

جسٹریٹ نمبر ایل

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَالِيًّا لَقَدْ دُعَيْتُ لِقَاءَ اللَّهِ أَزْوَاجًا إِذْ دَعَا بِرَبِّي قَوْمًا زَاكِرِينَ
وَقَالَ اللَّهُ إِنَّا لَنَنبِئُكَ بِمَا كُنْتَ تَصَدَّقُ

اسے پڑھ کر اللہ علیہ السلام کو پوری ہر طرف سے پکارنا ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور وہ جو میری پوری کرتے ہیں بیٹے
پر تیار ہیں۔ اللہ تمام ناقص سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

اُردو کا مذہبی۔ علمی۔ اخلاقی اور ادبی ماہوار رسالہ

جسٹریٹ

مدیر عبدالحق ودیارتھی

نائب مدیر محمد عصمت اللہ

بصیرت

فہرست مضامین

ممبران

صفحہ	صاحب مضمون	مضمون	نمبر
۲	ایڈیٹر	بصیرت کا میلاد نمبر	۱
۵	مولوی عبدالحق و دیار تھی	مذہب عالم کو دعوت اتحاد	۲
۹	مولوی محمد عصمت اللہ صاحب	حضرت یوسف علیہ السلام	۳
۲۵	مولوی محمد عصمت اللہ صاحب	یم ربی سوکت	۴
۳۲	سید عبد المجید صاحب عاصم	حیات و قمار تظم	۵
۳۳	مولوی محمد عصمت اللہ صاحب	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کثرت ازدواج	۶
۱۷	ایڈیٹر	نوادرو لطائف	۷
۴۱	مولوی محمد عصمت اللہ صاحب	سودا بنت زمعه	۸
۴۶	مرزا فہیم بیگ صاحب چغتائی	کلام قصیم و نظم	۹
۴۷	شیخ محمد انعام الحق صاحب ہوشیار پوری	مرندہ کی آپ بیتی نمبر ۱۱ ہنایت و پچپ فسانہ	۱۰
۵۳	قاضی عبد المجید قریشی پی پٹی ضلع لاہور	یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱
۵۷	ماہوؤں اسلامی اصول کی تفسیح	حالت بعد الموت	۱۲

س رسالہ

نمبر بصیرت کا میلاد

ملک میں اس وقت جتنے ادبی ادارے ہیں اور کم و بیش ملک کی ادبی اخلاقی تمدنی خدمت انجام دے رہے ہیں یہاں بھر میں کوئی نہ کوئی خاص نمبر نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع کرتے رہتے ہیں بصیرت بھی اس شاہ راہ سے ہٹ کر چلنا پسند نہیں کرتا۔

ربیع الاول ۱۳۸۷ھ کا مبارک نمبر پراپا ہے اس عینے میں جگہ جگہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی خوشی میں جشن منائے جائیں گے۔ ماہانہ رسالے خاص نمبر نکالیں گے۔ اخباریں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات سے مزین ہو کر شائع ہونگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ جولائی و اگست کا بصیرت بھی میلاد نمبر کے نام سے فارغین کرام کے سامنے آئے گا۔

اس نمبر کا طغرائے امتیاز یہ ہو گا کہ اس میں ان تمام اعتراضات کے حضور کی ذات والصفات پر مخالفین اسلام کی طرف سے وارد کئے گئے ہیں۔ حقیقی اور تخیلی جواب مندرج ہوں گے۔ اور پوری پوری کوشش کی جاوے گی کہ کوئی اعتراض ایسا باقی نہ رہ جائے جس کا صحیح مسکت جواب درج نہ کیا گیا ہو۔ یہ نمبر انشاء اللہ تعالیٰ ہر شائق کے لئے خزانہ معصومات کا کام دے گا۔ اور ہر تشکک کے دل سے خار مانے شکوک کو باہر نکال پھینکے گا۔ معتز ضیمن کے قلوب بھی مانتے پر مجبور ہوں گے کہ ہمارے اعتراضات ہی بیجا تھے۔

عرض یہ نمبر عشاق کے لئے باعث از دیار و عشق و تشکیکین کے لئے موجب رفع شکوک اور سبب طہانیت قلب بمعترضین کے لئے ذریعہ اعتراف قصور اور ہر خاص و عام کے لئے یار شادمانی و سرور اور بفضلہ تعالیٰ ناچیز مدیران بصیرت کے لئے وسیلہ نجات و خوشنودی رسول قبول بانی انت و امی ثابت ہو گا۔

بصیرت کا میلاد نمبر

کوئی معمولی رسالہ نہیں ہوگا بلکہ ایک ایسی نادر کتاب کی حیثیت رکھے گا جسے ہر پڑھے لکھے مسلمان کو جلد بندھلکا اپنے میز پر رکھنا چاہئے۔

انشاء اللہ العزیز اس رسالہ میں چند تصویریں بھی ہوں گی۔ مناظرین خود ہی اندازہ لگا سکیں گے۔ کہ وہ اس رسالہ کے لئے کس قدر موزونیت رکھتی ہیں۔ اور ناچیز دیدیران بصیرت نے ان کے انتخاب میں کس قدر غور و فکر سے کام لیا ہے۔ کم از کم یہ تو ضرور دیکھا گیا ہے کہ ہر صاحب تصویر کی زندگی کا روشن ترین پہلو اور بہترین مشغلہ اسلام اور

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

کی سچی خدمت رہا۔ خواہ وہ خدمتِ تحسیر پر توجہ کرے ہو یا بذل مال و زر سے

صورت ہے

کہ ہر نمبر بڑی بکثرت سے شائع کیا جائے۔ اور مخالفین اسلام میں بلا قیمت تقسیم کر دیا جائے اور یہ امر تہی ہو سکتا ہے کہ ہر بھی خواہ اسلام بصیرت کی امداد و اعانت پر کمر بستہ ہو جائے۔

پہرائے خریدار

نئے خریدار فراہم کرنے کی کوشش و زماںیں رشا یقین میلاد نمبر کی کئی کئی کاپیاں خرید فرما کر مفت تقسیم کریں۔ یا ہمیں قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیج کر خشت چارویں اور ہر مناسب طور پر غیر مسلم طبقے میں انکی طرف سے تقسیم کریں۔

یہ خدمت بہت بڑی پیش قرار خدمت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے اجر کا موجب ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ آپ کی پہچانی

آپ کی صداقت

آپ کے اخلاق۔ آپ کی پاکیزگی۔ اور آپ کی پاک نبوت کی آواز کو مخالفوں کے کانوں تک پہنچا دیا جائے۔

مسلمان میلاد مبارک کی تقریب پر روپیہ تو بہت سا خرچ کرنے کے عادی ہیں۔ مگر وہ سب روپیہ

صرف غور و نمائش یا کھانے پینے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اور اس سے دصوم و صام کے سوا کوئی
مستندہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر یہ روپیہ

سرکارِ دو عالم کے کمالات

کے نشر و اشاعت میں اسی طرح صرف ہو کہ مخالفوں کی گردنیں حضور کے آگے جھکیں تو اس سے بہتر
اور کوئی مصرف نہیں ہو سکتا۔ صحیح معنوں میں اس روپیہ کا حقدار

”بصیرت“ کا میلاد منبر ہے

جس کا مدعا اور مقصود بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ مخالفین اسلام کے کانوں تک سرکارِ دو عالم کی صدا
کو درخشانی کی طرح ثابت کر دے۔

ہمیں پوری پوری امید ہے کہ ناظرین کرام اس کی طرف فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔
خریداروں کے آرڈر یا زراعت بفرض مفت اشاعت ہمارے پاس بہت جلد پہنچ جانے چاہئیں
تاکہ اس کے مطابق پریس کو آرڈر دیا جاسکے۔

میلاد منبر کی قیمت بھی صرف دس آنے رہا رکھی گئی ہے۔ کیونکہ اس سے صرف خدمت اسلام
مقصود ہے منفعت ذاتی نہیں۔

مینیجر رسالہ بصیرت

احمدیہ بلڈنگس

لاہور

مذہب عالم کو دعوتِ امتحان

اسلام میں خدا کا تصور

(۳)

ارتقار روح انسانی یا روحانی دنیا کا تصور

علم و عقل کی رو سے ارتقار روح انسانی یا روحانی دنیا کا تصور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انسانی روح کی صفات صفات الہی کا رنگ اختیار کر کے ترقی کرتی چلی جائیں۔ اس لئے قرآن کریم نے سب سے پہلے بطور ایک گائیڈ لائن یا اسوہ صفات الہی کو انسان کے سامنے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے موافق اعمال کا نام نیکی اور اس کے مخالف اعمال کا نام بدی ہے۔ نیکی سے انسانی روح کی خفیہ استعدادیں اور پوشیدہ خواص بیدار ہو جاتے ہیں۔ اور بدی سے روح کے فطرتی جذبات دب جاتے ہیں پس روح کی اندر روشنی پیدا کرنے اور اس کی خفیہ استعدادوں کو بیدار کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق پیدا کرنے اور اس کی محبت میں رنگین ہونے کی ضرورت ہے۔ ہر ایک شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ وہ کسی شخص کو کسی مقام پر اسی وقت بلا سکتا ہے جب وہ مقام اس کے مناسب حال ہو۔ اور اس کی خلاف طبیعت وہاں کوئی چیز نہ ہو۔ پاک انسان ناپاک جگہ میں جانا ہرگز پسند نہ کرے گا۔ ایک عطار بدبو دار جگہ میں ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر یہ صحیح ہے تو ایک ناپاک اور غیبت والی خدائے قدوس کو اپنے اندر بلا نہیں سکتا۔ اسلام کی نگاہ میں انسانی روح کی ترقی کا وسیلہ خدا کے کامل اور شانہ تصور پر منحصر ہے۔ اور اس کا عملی پہلو اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے سامنے رکھ کر روحانی قلب کے اندر اس کا عکس لینا ہے۔ عملی زندگی میں مناسب موقع اور محل کے لحاظ سے جس صفت خداوندی سے نمونہ پکڑنے کی ضرورت ہو وہاں اسی صفت سے استفادہ کرے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ اللہ تعالیٰ کا رنگ یا اس کی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ اور اس الہی صفات کے رنگ سے بہتر اور کوئی نسا رنگ ہو سکتا ہے کہ جس کو تم اختیار کرو انسانی روح کی صفات اور استعدادیں گونا گوں اور بیشمار ہیں پس اس کے لئے کسی ایک صفاتی نام کا تصور

کسی صورت میں بھی کافی نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ضرورت ہے ایک ایسے خدا کے تصور کی جس میں کل عتیاجات انسانی کیلئے
 کما حقہ اور خوبی کے خزانے موجود ہوں۔ اور پس کے فیضان اثر کے نتیجے اپنی روح کو پھیلا دینے سے اس کی کل استعدادوں کی تربیت ہو سکے
 اور وہ اہم ذات اللہ کا تصور ہے کہ جو کسی ایک خاص صفت کا موصوف نہیں بلکہ مستجمع ہے جمع صفات کا ملکہ کا۔

اتحاد و مذاہب کا درمیانی رشتہ

مذہب کا مقصد جہاں ایک طرف انسانی روح کی فطری قوتوں اور استعدادوں کو نشہ و ماویا اور ان کو ترقی کے بند سے بلند
 مقام پر پہنچانا ہے۔ اسی طرح اس کا دوسرا مقصد نسل انسانی میں قیام امن اور تائیس صلح اور سلامتی بھی ہے۔ خدا کا تصور جو نبی حقیقت
 تمام الہی مذاہب کا خلاصہ ہے اس کے اندر بھی ان خوبیوں کا پایا جانا ضروری ہے انفرادی حیثیت و روح کو اپنے تمام ارتقائی
 منازل کے سفر میں دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک تو یہ کہ وہ نقصان رساں جھاڑیوں سے اپنا دامن بچا کرے جائے۔ اور
 دوسرے یہ کہ عقیدہ اور نفع پہنچانے والے سامان اس کو میسر آتے رہیں عملی زندگی میں خدا کا یہ تصور کہ وہ ہر ایک قسم کے عیب اور
 نقص سے پاک ہے پس انسان کو بھی اس سے ملنے کے لئے بدیوں سے پاک ہونا چاہئے اور وہ ہستی تمام اعلیٰ اور جبر کی خوبیوں
 کی مستجمع ہے۔ انسان کو بھی اپنی عملی زندگی کے ہر ایک قدم پر صفات الہی کی روشنائی میں اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ مذہب
 کے دوسرے اہم مقصد پر نظر کرتے ہوئے جب ہم اسلام میں خدا کے تصور پر غور کرتے ہیں تو ایک عجیب شاندار منظر
 آنکھوں کے آگے آجاتا ہے۔ تمام مذاہب نے خداوند عالم کی ایک ایک صفت کو اس کا اعلیٰ نام قرار دے کر اپنے اپنے خدا کا
 تصور پیش کیا ہے جس کا نام عالم میں ایک عالمگیر تفریق پیدا ہو جاتی ہے لیکن اسلام کا کمال یہ ہے کہ وہ ان تمام مشرک اور
 پرانندہ گروہوں کو ایک ہی رشتہ اتحاد میں منسلک کر دیتا ہے جس طرح ایک تیسرے رشتہ اتحاد کے نہ ہونے سے محض پرانندہ
 دلوں کا ایک ڈھیر ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیا کے تمام مذاہب بھی کئی کئی متفرق دلوں کی طرح اگرچہ اپنی اپنی جگہ مکمل ہیں۔
 تاہم آپس میں ان کا کوئی رشتہ درستی نہیں رہتا۔ اور اسلام کا کمال یہ ہے کہ وہ خدا کا ایک ایسا تصور پیش کرتا
 ہے کہ جو ہر ایک کی اپنی اپنی صفت یا خاص بات کے صفاتی ناموں پر بھی مادی نہیں بلکہ تمام مذاہب اور کل زبانوں کے اندر جو بھی
 اعلیٰ درجہ کے اس ذات کے صفاتی نام ہیں ان تمام پر وہ نام مادی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم خود ہی فرماتا ہے۔ **هو الله الذي
 لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون هو الله الخالق الباطن
 المصور له الاسماء الحسنیٰ یسبح له ما فی السموات والارض وهو العزيز الحكیم** وہ اللہ الیوم یا معبود ہے اس کے سوا
 اور کوئی الہ نہیں۔ وہ پریشور ہے پاک جو سلامتی والا یا شانت آتا ہے اس یا شانتیٰ یعنی والہ یعنی زمین اوم اور حقیقت
 ہے۔ غالب ہے پرتما اور پربرہم ہے اللہ اس سے پاک ہے کہ جو اور دیوی دیوتا اس کے شریک ٹھہرتے ہیں وہ یزدان یعنی آفرینندہ

جسم اور روح ہے مصوریٰ کی شکل و صورت کے دینے والا ہے اور بھی جس قدر اعلیٰ نام تمام دنیا کے مذاہب اور زبانوں میں پائے جاتے ہیں وہ سب اسی اللہ کی اعلیٰ صفات ہیں کیونکہ وہ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے۔

Comprising all the attributes of perfection.

اسی کی شان ہے۔ مختصر یہ کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ موجود ہے وہ سب اسی کی پاک صفات کو بیان کر رہا ہے۔ اور غالب حکمت والا ہے۔

کلمہ طیبہ ہی کلمہ سوا ہے۔

اگر دنیا کے تمام مذاہب کا اتحاد کسی نام پر ہو سکتا ہے تو وہ صرف اللہ ہے تمام دنیا کا خدا ایک ہے اس لئے اس کے ذاتی نام بھی دو نہیں ہو سکتے اور وہ دنیا بھر کی زبانوں میں ایک ہی لفظ ہے۔ خود خداوند عالم کی تمام صفات پر حاوی ہے۔ اسی ایک پر ایمان لاکر تمام دنیا کے مروجہ ناموں پر ایمان پورا ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی نام پر ایمان لاکر عظیم الشان مفصل حاصل نہیں ہو سکتا۔ یاد دوسرے لفظ میں یوں سمجھو کہ تمام دنیا کی اقوام اور مذاہب کے تجویز کردہ خدا کے نام ایلیومیم یہو وہ۔ انفا۔ امیگا۔ اوم۔ پر ناتا۔ پریشوریزوان وغیرہ وغیرہ تمام صفات اللہ لفظ اللہ کے اندر آ جاتی ہیں۔ مگر کسی زبان کا اور لفظ اللہ کو اپنے اندر نہیں لے سکتا۔ اس لئے اسلام کے سوا کوئی اور مذہب اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا کہ وہ اپنی زبان کے خدا کے نام کے سوا دوسرے مذاہب کے پیش کردہ خدا کے ناموں کو کیوں نہیں مانتا مثلاً عیسائی اور یہود خدا راوم کے کیوں منکر ہیں کیا وہ خدا کی حفاظت کرنے کی صفت کے منکر ہیں۔ صرف زبان کا اختلاف ہو ورنہ مفہوم تو ایک ہی ہے۔ اسی طرح آدیہ اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتے کہ وہ زبان سنسکرت کے سوا دوسری زبانوں کے تجویز کردہ خدا کے نام کیوں نہیں مانتے وہ خدا کے ایلیومیم پر کیوں ایمان نہیں لاتے اور یزدان سے انہیں کیوں بیزہ۔ کیا وہ خدا کے عبود یا پوجیہ ہونے کے منکر ہیں یا اس کے یزدان یعنی خالق ہونے میں کوئی شبہ ہے۔ تم اپنی زبان میں ایلیومیم کا جو چاہے نام رکھ لو مگر وہ لوں کا مفہوم تو ایک ہی ہوگا۔

آفتاب کا نام کسی نے شمس رکھ دیا کسی نے سن (Sun) کسی نے خورشید اور سورج کیا۔ اس الگ الگ نام رکھ دینے سے سورج کی حقیقت بدل گئی۔ اور وہ ہمارے لئے محض اختلاف زبان کی وجہ سے محبت اور نفرت کی چیز بن گیا۔

اسلام کی حیثیت ان تمام مذاہب کے بالمقابل بالکل جدا کا ہے۔ وہ ایلیومیم گاؤ۔ یہو وہ اوم اور یزدان وغیرہ وغیرہ

تمام دنیا جہاں کے کل مذاہب کے خدا کو منواتا ہے۔ اور ان تمام صفات زبانی کا موصوف ایک ٹھہرا کر اللہ اس کا نام

رکھتا ہے اور دنیا کی کل اقوام کے خدے واحد ایک ہی اللہ پر ایمان لانے کی مذاہب عالم کو دعوت دیتا ہے اس کے اندر آریوں کا اوم یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ وہ اور الیوسیم۔ پارسیوں کا یزدان ہی موجود نہیں بلکہ دنیا کے کل ادیان معروف اور غیر معروف کے اسماء الہیہ کا وہ موصوف ہے پس اللہ پر ایمان لانا گویا دنیا کی تمام زبانوں اور مذاہب کے خدا پر ایمان لانے سے یہی ہے کہ جب کسی شخص کو اسلام میں لایا جاتا ہے۔ یا کوئی مسلمان اپنے ایمان کا اقرار کرتا ہے۔ تو اس کے لئے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کافی سمجھا جاتا ہے رب رحمن۔ رحیم۔ مالک وغیرہ الگ الگ اسمائے صفات پر ایمان لانے کا اقرار نہیں لیا جاتا۔ کیونکہ رب۔ رحمان۔ رحیم اور مالک وغیرہ صفات تو سب اسم ذات اللہ کے اندر آ جاتی ہیں۔ اس لئے فرداً فرداً اپنا ایمان کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی جہلہ حمد شد اور وند لا اسماء الحسنیٰ سے ظاہر ہے کہ لفظ اللہ صرف عربی زبان کے اسماء الہیہ پر ہی حاوی نہیں بلکہ الیوسیم۔ اوم۔ گاد۔ خدا وغیرہ وغیرہ تمام غیر زبانوں کے اسماء بھی اس کے ماتحت آ جاتے ہیں پس اس اسم ذات اللہ پر ایمان لانے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس ایک پر ایمان لاکر گویا کل مذاہب کے اسماء الہیہ پر ایمان کامل ہو جاتا ہے۔ اور اختلاف زبان نے مذاہب عالم میں جو تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ اس کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ اور دوسرا کوئی اسم کسی دوسری زبان میں موجود نہیں کہ جو اپنے معانی کی دست کے لحاظ سے اس قدر جامع ہو اور وہ کل مذاہب عالم میں کلمہ سوا یا مساوی حیثیت کا درجہ رکھتا ہو۔ سزا پر بے ترتیب ہاتھ مارنے سے بلاشبہ مختلف آواز پر پیدا ہوں گی جو ہماری طبیعت کو منحصر کر دیں گی۔ لیکن ایک خاص ترتیب کیسا تھا ان مختلف آوازوں سے جو نغمہ پیدا ہوگا۔ وہ مذاہب عالم کے اتحاد کا نغمہ ہوگا۔ دل اور دماغ اس کی ہم آہنگی سے لطف اندوز ہوگا اور روح اس پر وجد کرے گی۔ پس اس شیریں نغمہ اور دنوازے کی طرف ہم قرآن کریم کے ان الفاظ میں قیام امن اور صلح و سلامتی کے خواہشمندوں کو دعوت دیتے ہیں۔

یا اهل الكتاب تعالوا الی کلمۃ سوا بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ

اے اہل کتاب کلمہ کی طرف آ جاؤ کہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابری کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود نہ بنائیں۔ اس کلمہ سوا کے اندر تمام مذاہب عالم کے اتحاد کا ایک مضبوط رشتہ ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً اللہ کے اس رشتہ کو مضبوطی سے پھانسی لیا جاوے اور بھائی اور بھائی کی راہوں کو چھوڑ دو یہ ایک عظیم الشان نعمت اور رحمت ہے کہ جو تمہیں دی جاتی ہے۔ کہ جس سوشلزم دوست بیگانے اپنے اور اجنبی بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔

عبداللہ و دیار تھی

حضرت یوسف علیہ السلام

رازمولوی محمد عصمت (قدس سرہ)

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے حضرت یوسف علیہ السلام کے سوا گیارہ بیٹے اور بھی تھے مگر حضرت یوسف کا حقیقی ماں جایا بھائی صرف ایک ہی تھا۔ جس کا نام روایات مشہورہ کی بنا پر بنیامین ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ کیونکہ سیرت و صورت کی خوبی میں یہی سب پر فائق تھے۔

ایک دفعہ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ چاند سورج اور گیارہ ستارے انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے اس خواب کا اپنے والد ماجد سے ذکر کیا۔ چونکہ یہ خواب زمانہ آئندہ میں یوسف علیہ السلام کی جدالت قدر کی ایک زبردست پیشگوئی تھا۔ جناب یعقوب نے بدیں خیال کہ کہیں یہ خواب دوسرے بھائیوں کے حسد کا موجب نہ ہو جائے فرمایا کہ بیٹا یہ خواب بھائیوں کو نہ بتانا۔ ورنہ تجھے تکلیف پہنچانے کا جملہ کر دیں گے۔ ایک دفعہ برادران یوسف نے آپس میں مشورہ کیا کہ اباجان تو یوسف اور اس کے بھائی کو ہم سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ حالانکہ بوجہ ایک جماعت و عصبہ ہونے کے اس پیار کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ یہ اباجان کی صریح غلطی ہے۔ اباجان کو اس غلطی سے نکالنے اور ان کی توجہ کا رخ پھیرنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یوسف کو جان سے مار ڈالا جائے یا کسی دوسرے ملک میں پھینک دیا جائے۔ اس تجویز پر کسی ایک نے کہا۔ کہ مارنا تو اچھا نہیں کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دینا چاہئے۔ تاکہ کوئی راہ روا سے نکال کر اور ملک میں لے جائے چنانچہ اس مشورہ کے بعد سب بھائی مل کر حضرت یعقوب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب ذیل درخواست پیش کی کہ جناب والد ہم پر اعتبار فرمائیں کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تو وہ سپر کا لطف اٹھائے۔ کھیلے کوڑے کھائے پئے۔ ہم سب اس کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں۔

حضرت یعقوب نے فرمایا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم اس کو اکیلا چھوڑ دو۔ اور اسے کوئی بھیر یا کھا جائے۔ اور تمہیں پتہ بھی نہ لگے۔ انہوں نے کہا اگر بھیر یا کھا جائے۔ تو ہم بڑے زیاں کار ہوں گے۔ بیٹوں کا حد سے زیادہ مبالغہ دیکھ کر باپ نے بیٹے کو جلنے کی اجازت دے دی اور بھائی یوسف کو اپنے ساتھ سیر کے لئے لے گئے اور سب قول و قرار بالائے طاق رکھ کر یوسف کو کنوئیں میں پھینک دیا۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے یوسف کو وحی کے ذریعہ مطلع کیا۔ کہ ایک وقت

ایسا آئے گا کہ تم ان کو اس بدسلوکی سے آگاہ کر دو گے۔

رات ہوئی۔ تو سب بھائی روتے ہوئے باپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جناب ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش میں سہمک ہو گئے۔ اور یوسف کو اسباب کی رکھوالی پر چھوڑ دیا کہ اتنے میں بھیڑیا آیا اور یوسف کو کھا گیا۔ آپ ہماری بات کو یاد ورتو کیوں کرنے لگے۔ مگر ہم کہتے وہی بات ہیں۔ جو کہ پیش آئی۔ اس پر بھی اعتبار نہ ہو۔ تو یہ یوسف کا کرتہ خون میں لٹھرا ہوا موجود ہے۔ قرآن کریم ان کی اس بناوٹ کا پر وہ اس طرح کھولتا ہے۔ و جا و علی قیصرہ دم کذب۔ وہ اس کے کرتے پر چھوٹ موٹ کا خون لگا لائے تھے۔ یعقوب علیہ السلام تو نوز نبوت سے منور تھے۔ سن کر فرما لگے۔ بل سولت لکہ افنتکیم امر حقیقت حال یوں نہیں بلکہ تم اپنے دل سے بنالائے ہو۔ اچھا صبر ہی بہتر ہے۔

اب یوسف علیہ السلام کا حال سنو۔ بھائی تو انہیں کنوئیں میں پھینک کر چلے بنے۔ مگر خدا کی شان اسی کنوئیں کے قریب ایک قافلہ آوار و ہوار اور اس نے پانی لینے کے لئے اپنا سفر بھیجا۔ ستے نے کنوئیں میں ڈول لٹکایا۔ تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ایک حسین و جمیل لڑکا بیٹھا ہوا نظر آیا۔ بے ساختہ پکارا اٹھا۔ یا لبتوئے ہذا اخلام۔ زبے قسمت یہ تو نہایت ہی حسین لڑکا ہے۔ غرض حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکال کر قافلہ میں لے آیا۔ اور قافلہ والوں نے انہیں قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا اور مصر میں لاکھوڑی سی قیمت یعنی صدو سے چند درہموں پر بیچ ڈالا۔ قرآن کریم میں خریدار یوسف کے نام کی تصریح نہیں۔ بلکہ یوں فرمایا گیا ہے وقال الذی اشتراہ من مصی لامرأۃ الکریمی متواہ حسنه ان ینفعنا او ینفخنا ولینا اور مصر میں جس شخص نے ان کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو عزت و اکرام سے رکھو۔ عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا اسے بیٹا بنا لیں۔ مگر کتاب پیدائش اور دیگر کتب تو اسے کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام فوطیفار تھا۔ اور امرے فرعون میں سے تھا۔ اسے عزیز مصر بھی کہتے تھے۔ الغرض عزیز مصر نے یوسف کو خرید کر اپنی بیوی کے سپرد کیا۔ اور کہا کہ اسے عزت و اکرام سے رکھو۔ جب وہ عجان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و حکمت سے بہرہ ور کیا۔ اور صن و سیرۃ کے ساتھ حسن صورت میں لاثانی بنا دیا۔ یہ حال دیکھ کر عزیز مصر کی عورت نے انہیں اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ اور دروازے بند کر کے کہنے لگی۔ جلدی آؤ مگر حضرت یوسف تو نیکو کاری کے پتلے تھے۔ اس دام ترویر میں کیسے آجاتے۔ فرمانے لگے۔ پناہ بخدا ایسی درخواست اور مجھ سے نہ

برہائیں دام بر مرغ و گرنہ

کہ حقار بلند است آشیانہ

ادھر اصرار پر اصرار ہوا۔ مگر ادھر انکار پر انکار ہی رہا۔

اس مقام پر قرآن مجید کا پاکیزہ بیان قابل دید ہے۔ کیسے مختصراً و جامع الفاظ میں صورت حال کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے
 ولقد همت به وهمم باهيا۔ وہ عورت اپنی بات پر اصرار کرتی رہی، اور یوسف اپنے جوابات اصرار فرماتے رہے
 ہم کے معنی قصد اور عزم کے ہیں۔ اور عزم اشتداد طلب کو کہتے ہیں۔ احمد ابن یحییٰ ثعلب جو کہ لغت و نحو کا مشہور
 امام ہیں، ہمت کے معنی کانت مصرۃ ہی بتلاتے ہیں۔ یعنی وہ اصرار کرتی رہی۔

ہمت بہ میں ضمیر بہ کا مراد عورت کا قول ہیت لک ہے۔ اب متنی بالکل صاف ہو گئے۔ یعنی وہ عورت اپنی بات ادا کرنے
 قول پر اصرار کرتی رہی۔ اور بار بار ہیت لک کہتی رہی، اسی طرح ہمت بہا میں ہما کا مراد یوسف علیہ السلام کا قول
 معاذ اللہ ہے۔ نتیجہ یہ کہ وہ اپنے جواب پر اصرار فرماتے رہے۔ یعنی بار بار معاذ اللہ ہی کہتے رہے اور عورت کی نالام اور غیر
 موزوں خواہش کو کسی طرح پر بھی نہ مانا۔

ایک معنی مذکورہ بالا آیت کے یہ بھی ہو سکتے ہیں۔

ولقد همت به وهم بها لولا ان ربنا لولاهن دینا۔

اور اس عورت نے اس کا قصد کیا، اور وہ بھی اس کا قصد کرتا، اگر وہ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل نہ دیکھ چکا ہوتا
 یعنی عورت نے تو قصد کیا، مگر دلیل الہی کی رویت نے یوسف کو ایسا قصد کرنے سے باز رکھا۔

القصد یوسف علیہ السلام اپنے انکار پر اصرار کرتے اور معاذ اللہ کہتے ہوئے باہر کو بھاگتے۔ تاکہ امراة العزیز کے دام
 تزویج سے چھٹکارا پائیں۔ مگر امراة العزیز بھی اپنی خواہشات نفسانی کی لوندی بنی ہوئی تھی۔ انہیں بھلگتے دیکھ کر وہ بھی انکے
 پیچھے لپکی۔ اور انہیں دروازہ پر جا لیا۔ بائیں ہمدانہیں کپڑے کی تباہی مہم نہیں کا بڑا ہاتھ آ رہی، اور وہ پھر بھی نہ کہ قبضہ کیے سہکتی تھیں
 میں کیا دیکھتے ہیں کہ عزیز مصر بھی دروازہ پر موجود ہے۔ یہ دیکھ کر عورت کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور خاوند کو اپنی
 طرف سے طعن پانے کے لئے ازراہ گرفتاری پکارا تھی۔

ما جاز من اداد با هلك سوء الا ان يسجن او عذاب الیم

جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہے۔ کہ یا تو اسے قید کر دیا جائے یا
 دردناک عذاب دیا جائے۔

یہ عبرتی غلام جو تو نے ہم پاس لا رکھا، گھس آیا کہ ٹھٹھا کرے۔ اور جب میں نے آواز بلند کی، اور چلا اٹھی تو وہ اپنا
 پیرا من مجھ پاس چھوڑ کر باہر نکل بھاگا۔ اور پیرا من تیری بیوی ہو۔ اور اس پر غلام دست و دوازی کرے۔ بس اس کی یہی سزا
 ہے کہ یا تو قید کر دیا جاوے۔ یا ایسی سخت سزا دی جائے کہ ہمیشہ یاد رکھے۔ اس وقت یوسف نے کہہ دیا کہ یہ دعویٰ غلط ہے۔

خود اس نے مجھے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا جس وقت یہ مقدمہ پیش ہو رہا تھا۔ تو امراة العزیز کے کسی رشتہ دار نے کہا کہ اس معاملہ کا یعنی شاہد تو کوئی ہے نہیں تو اس سے کام لے کر دیکھنا چاہئے۔ کہ کرتہ آگے سے پھٹا ہے یا پیچھے سے آگے سے پھٹا ہو تو یوسف مجرم سمجھے جسے پھٹا ہو تو عورت کہتے کو دیکھا گیا تو پیچھے سے پھٹا ہوا نکلا۔ عزیز پر یوسف کی پاک دامانی اور عورت کی کارستانی کھل گئی۔ اور سمجھ لیا کہ ساری شرارت اس کی ہے۔ بیوی سے کہا معافی مانگو اور یوسف کو کہا کہ اس واقعہ کو بھول جاؤ اور اس سے درگزر کرو۔

شدہ شدہ یہ واقعہ شہر میں پھیل گیا اور عورتوں تک کی زبانوں پر اس کا چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی عورت اپنے غلام پر دل باختہ ہو چکی ہے۔ اور اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے۔ اور وہ اس کی ایک نہیں سنتا امراة العزیز اس تضحیک و تخفیف کو برداشت نہ کر سکی۔ اور اس نے ان سب عورتوں کی دعوت کی۔ اچھے اچھے کھلنے تیار کروائے۔ اور ہر ایک کو ایک ایک چھری بھی دی۔ یوسف کو بھی اس موقع پر بلا بھیجا۔ یوسف سامنے آئے۔ تو عورتوں نے انہیں دیکھ کر بہت بڑا سمجھا۔ اور نظارہ جال میں مہیوت ہو کر یا تریا چرتری راہ سے ہاتھوں کو زخمی کر لیا۔ اسپر بھی بس نہ چلا تو بے ساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ یہ تو بشر نہیں بلکہ کوئی عظیم الشان فرشتہ ہے۔

اللہ اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کس قدر نیک سیرت انسان تھے۔ کہ عورتوں نے انہیں پھسلانے اور نیک چلنی کے راہ مستقیم سے ہٹانے کے لئے بہت سے جیلے حولے کئے۔ اور تریا چرتری سے ہاتھوں کو بھی زخمی کر لیا۔ مگر وہ نیک چلنی اور پاکیزہ سیرتی کا پہاڑ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ پر نہ ہلا۔ آخر عورتوں کی ناکامی نے انہیں اس شہادت پر مجبور کر دیا کہ ان ہذا الاملاک کو دیکھ کہ یہ تو بشر نہیں بلکہ ایک معصوم فرشتہ ہے۔

القضہ عورتوں کو اپنے منصوبوں میں ناکام دیکھا۔ تو عزیز کی بیوی نے کہا کہ یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں۔ اس میں تو شک نہیں کہ میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔ مگر وہ مائل نہ ہوا اور اپنی عصمت پر ڈنار مارا۔ لیکن ابھی میں اسے ایک اور موقع دیتی ہوں۔ اگر اب بھی میرے کہنے نہ لگا۔ تو پھر قید ہے اور ذلت و رسوائی۔

یوسف بولے بار اہلہا میں عورتوں کی خواہش بے جا کا شکر نہیں ہو سکتا۔ مجھ کو اس سے قید ہو جانا زیادہ پسند ہے تو مجھ سے ان کے مکر و فریب کو دور کر۔ اور مجھے ان کی طرف مائل ہونے سے بچا۔ خدا نے یوسف کی دعا قبول کی اور انہیں عورتوں کے مکر و فریب سے محفوظ رکھا۔

عزیز مصر یوسف کی پاک دامانی کا حال جانتا تھا۔ گویا وہی بھی انہی کی عصمت کے حق میں تھی۔ ان کا کرتہ بھی پیچھے ہی پھٹا تھا۔ اور خود اسی نے تمام الزام اپنی بیوی پر رکھا تھا۔ اور اس معاملے میں حضرت یوسف سے چشم پوشی کی درخواست

بھی کر چکا تھا۔ مگر ان آیاتِ باہرہ کے باوجود سے یہی مناسب معلوم ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے یوسف کو قید کر دے۔ بہت ممکن ہے۔ کہ اس سے یوپی کی بدشہرتی کا داغ دھویا جاسکے۔

غرض یوسف قید کر دئے گئے۔ اور ان کے ساتھ دو اور نوجوان بھی داخل زنداں ہوئے۔ ایک بولا میں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ شراب پچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے بھی خواب میں دیکھا ہے۔ کہ سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں۔ اور انہیں پرندے نوح نوح کر کھا رہے ہیں۔ یوسف تم بھلے مانس دکھائی دیتے ہو۔ ذرا ان کی تعبیر تو بتلا دو۔ یوسف نے فرمایا کہ میں مومن بائبل اور منکرینِ خدا کے خیال کا قائل نہیں۔ یہ علم تو مجھے اللہ تعالیٰ عطا فرمایا ہے چکا ہے میں نہیں اس سے پہلے کہ کھانا ملے۔ تعبیر بتلا دوں گا۔

اس موقع پر بھی حضرت یوسف علیہ السلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام کو جو کہ ان کے فرائضِ حقیقی میں داخل ہے نہیں چھوڑتے۔ اور اپنے یارانِ زندان سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔ بھلا ایک خدا نے واحد و تبارک چھرا یا کسی جدا جدا آقا بنو۔ خدا کو چھوڑ کر جنہیں تم پوجتے ہو۔ نام کے سوا کوئی نشان نہیں رکھتے۔ ہم بلا مسمیٰ بالکل بے معنی سی چیز ہوتا ہے اور اس کی صداقت پر کوئی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ حکومت کے لائق تو اللہ ہی کی ذاتِ پاک ہے۔ اور اس کا ارشاد ہے کہ میرے سوا کسی کی پوجا مت کرو۔

اے یارانِ زندان تم میں سے جس نے یہ خواب دیکھا ہے۔ کہ وہ شراب پچوڑ رہا ہے۔ وہ تو قید سے رہائی پا کر اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔ اور دوسرا در پر کھینچا جائے گا۔ اور پرندے اس کا سر نوح نوح کر کھائیں گے۔ اس کے خواب کی اہل تعبیر یہی ہے۔

جناب یوسف علیہ السلام نے جس قیدی کی نسبت یہ خیال تھا۔ کہ وہ رہائی پا جائے گا۔ اس سے کہا کہ اپنے آقا کو میرا ذکر بھی کر دینا۔ مگر سو اتفاق سے اپنے آقا کے پاس حضرت کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اور اگلے کئی سال تک جیل خانہ کی مصیبت جھیلنی پڑی

جب یوسف علیہ السلام کو قید و بند کی مصیبت میں مبتلا ہوئے کئی سال ہو چکے تو بادشاہِ مصر نے ایک خواب دیکھا کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات تیلی دہلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اور سات خوشے سبز ہیں۔ اور سات خشک۔ اس نے اپنے معبرین دربار کو بلوا کر کہا۔ کہ اگر تم علم تعبیر خواب سے واقف ہو تو میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ۔ وہ سب اس خواب کی تعبیر نہ بتلا سکے۔ اور یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ کہ یہ تو پریشان خواب ہے۔ اور ہمیں پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔ بادشاہ کا خواب سن کر اور معبرین دربار کی عاجزی دیکھ کر بادشاہ شاہی ساتی بول اٹھا۔ میں اس مشکل کو حل کروں گا

اور شاہی خواب کی تعبیر آسانوں کا مجھے جیل خانہ تک جانے کی اجازت ہو۔ اجازت ہوتے ہی جیل خانے گیا۔ اور بادشاہ کی خواب سنا کر جناب یوسف سے کہا کہ مجھے اس کی تعبیر بتلا دیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ صرف تعبیر ہی دی بلکہ آنے والے مصائب کا علاج بھی بتلا دیا۔ فرمایا تم ساتل تنواڑ کھیتی باڑی کر گئے یہ زمانہ سرسبز ہی شادابی کا ہوگا۔ مگر تجھے غلام پیدا ہونے میں نہ صرف ضرورت مطابق لینا باقی محفوظ رکھنا ساتل سال قحط کا نانا ایگا اس میں اوس تمھارا گدرا اسی محفوظ کردہ غلام پر ہوگا پندرہ سال کٹاوش کا ہوگا اس میں فارغ البالی اور خوشحالی اپنا چہرہ دکھلائی رساقی نے جا کر خواب کی تعبیر بادشاہ کو سادی بادشاہ یہ تعبیر سکر خیرت میں لگایا اور استفسار حال کے بعد تہ چلا کہ اصلی ممبر کوئی اور ہے اس لئے حکم دیا کہ اسے سیر پاس لاؤ۔

بادشاہ نے یوسف کو لانے کے لئے اپنا قاصد بھیجا تو آپ نے فرمایا جب تک عورتوں کے مقدمہ کا صحیح فیصلہ نہ ہوئے میرا جیل سے باہر قدم رکھنا محال ہے۔ حضرت یوسف کا یہ مطالبہ کہ خود بادشاہ اس مقدمہ کی تحقیقات کے فیصلہ کرے اس بات کی ناقابل تردید دلیل ہو کر ان کا دامن باکل پاک صاف تھا۔ کلیم کسی مجرم کا نہیں ہو سکتا کہ بائی کا حکم مل جانے پر بھی انکشاف حقیقت کے بغیر ہا ہونا نہ چاہو اور اس صحوف انکار کر دے۔ بادشاہ کو حضرت یوسف کے پیغام کی تحقیقات کرنی پڑی۔ اس نے عزیز مصر کی بیوی اور دوسری عورتوں کو بلوایا اور اس مقدمہ کی تفصیلی تحقیق کی۔ تمام عورتوں نے بالاتفاق سرور بار یوسف کی برائت و پاک دامنی کا اعتراف کیا۔ اور کہا ما علمنا علیہ من سوء۔ ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی اب عزیز کی بیوی کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ وہ اپنے جرم کا کھلے دل سے اقرار کر لیتی۔ چنانچہ اس نے بھی حسب ذیل بیان دے دیا۔

الآن قد حصص الحق انا وادوقه عن نفسه وانہ لمن الصادقین۔ حق وصدق واضح ہو چکا حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے ہی اس پیکر عھمت و پاک دامنی کو راہ حق سے پھیننے اور گناہ میں ملوث کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ تو صداقت و پاک دامنی کا اہل پہاڑ نکلا۔ اسے تو ذرا بھی جنبش نہیں ہوئی۔ اور مجھے ہی ناکام ہونا پڑا۔

مقدمہ کے اس طرح پر فیصلہ پا جانے کا اثر یہ ہوا کہ بادشاہ مصر کے دل میں حضرت یوسف کی نسبت اور بھی حسن عقیدت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے دلی جوش اور ولولہ کے ساتھ حضرت یوسف کو جیل سے طلب کیا۔ بادشاہ یہ تو پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ حضرت کو اپنا مصاحب خاص بناوے گا۔ اب جو حضرت کی زبان مبارک سے بالمشافہ خواب کی تعبیر سنی اور ان کی دانشمندی اور معاملہ فہمی کو دیکھا تو بے ساختہ لپکا راٹھا۔ انٹ ایوم لدینا ملکین اہمین آج سے تو ہمارے ہاں مصاحب منزلت و اعتبار ہے۔ تو میرے گھر کا فخر تار ہو۔ اور اپنا حکم میری سب رعیت پر جاری کر فقط تخت نشینی میں میں تجھے سے بزرگ تر رہوں گا۔ پیدائش ۱۱۰۰

جناب یوسف علیہ السلام نے انتظام قحط و انتہام خزائن مصر کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ اور بادشاہ مصر نے

ان کی تقرری کا حکم نافذ کر دیا۔ اور حضرت یوسف بھی اپنے منہسی فرائض طرزِ حجام دینے میں محنت و جانفشانی کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ اب ملک مصر تھا۔ اور حضرت یوسف کی حکومت۔ ان کی رائے مصلحت اندیشی میں جو مناسب نظر آتا وہی حکم کا لباس پہن کر نکلتا اور بلا چون و چرا مانا جاتا۔

فرائضی کے سات سالوں میں نہایت اہتمام سے غلہ جمع ہوتا رہا۔

اب قحط کا زمانہ آیا۔ اور برابر سات سال تک رہا۔ ایام قحط میں مصر کے سوا اور کہیں غلہ نہ رہا۔ آخر تنگ آ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو غلہ لینے کے لئے مصر بھیجا۔ حضرت تو انہیں دیکھتے ہی پہچان گئے مگر وہ پہچان سکے۔ آپ نے انہیں عزت و حرمت سے رکھا۔ اور واپسی کے وقت ان سے کہا کہ پھر آؤ تو اپنے بھائی کو بھی ساتھ لیتے آنا ورنہ کچھ نہیں ملے گا۔

جناب یوسف علیہ السلام نے ان کا وہ سامان بھی بوریوں میں بند کر دیا۔ جو وہ بطور معاوضہ ہمراہ لائے تھے۔ اس لئے کہ آپ جانتے تھے۔ کہ اس کے سوا اور ان کے پاس رکھا ہی کیلئے۔ اور یہ بھی خیال تھا۔ کہ جب گھر جا کر اسے دیکھیں گے تو پھر دوسری مرتبہ آنے کی بھی کوشش کریں گے۔ اور اپنے بھائی کو بھی ساتھ لے آئیں گے۔

حضرت یعقوب کے بیٹے یعنی یوسف کے بھائی مصر سے غلہ لے کر لوٹے تو کنگان پہنچ کر باپ سے ملے۔ اور ان سے کہا ابا جان آپ کو پھر غلہ لینا منظور ہے۔ تو بنیامین کو بھی ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ ورنہ غلہ نہیں ملے گا۔ جناب یعقوب نے فرمایا۔ کہ اس کے بارے میں تمہارا اعتبار شکل ہے۔ ہمیں پہلے ہی تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔

جب اسباب کھل گئے تو دیکھا۔ وہ تمام پونجی بھی واپس کر دی گئی۔ جو بطور معاوضہ ہمراہ لائے تھے۔ اب انہیں اپنے والد محترم کو اور ترغیب دینے کا موقع مل گیا۔ کہنے لگے۔ ابا جان۔ دیکھئے ہماری پونجی بھی واپس کر دی گئی ہے۔ یہ غلہ تو بہت تھوڑا ہے۔ ہم اپنے عیال کے لئے اور غلہ لانے کی ضرورت ہے۔ بنیامین کو ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ ہم اس کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں۔

حضرت یعقوب نے فرمایا کہ جب تک تم خدا کو وکیل بنا کر اس کے واپس لانے کا پختہ ہمد نہ کر لو گے میں اسے ہرگز نہیں بھجوں گا۔ ناں اگر تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو اور بات ہے۔ بھائیوں نے پختہ ہمد کر لیا۔ تو یعقوب علیہ السلام بنیامین کو بھیجنے پر رضامند ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اس معاہدہ کا خدا ہی ضامن ہے۔

روانگی کے وقت حضرت یعقوب نے انہیں نصیحت کی کہ اے میرے بیٹو۔ ایک ہی دروازے سے مصر میں داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازے سے جانا۔

نہی صحت غالباً اس بنا پر تھی کہ ایک تو اجنبیت شہر شکل و صورت کی باہمی مشابہت بہت ممکن ہے۔ جاذب توجہ ہو کر مغز پر شبہ جاسوسی ہو جائے۔ اور یہ ناکردہ گناہ یونہی دھرائے جائیں۔

گلاب پیدائش سے بھی پہلی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب یہ فوجوان ایک ہی شکل و صورت کے شہر میں داخل ہوئے، تو انہیں جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور تین دن کی قید کے بعد رہا کئے گئے۔ پیدائش ۱۱۳۰ھ الفرض سب بھائی مصر کو روانہ ہوئے اور داخلہ کے وقت باپ کے حکم کی پوری پوری تعمیل کی مگر پھر بھی حکم الہی اٹل تھا۔ باپ کی تدبیر کام نہ آئی۔ اور حکم خدا سے نہ بچا سکی۔ اور وہی ہوا جو خدا کو منظور تھا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت یعقوب منصب نبوت پر فائز تھے۔ اور ان کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا اور اسی کا عطا کردہ تھا۔ اس لحاظ سے ان کی تدبیر بے خطا ہونی چاہئے تھی۔ مگر نبی ہونے کے باوجود انسان بھی تھے۔ اور جو تدبیر انہوں نے اختیار فرمائی تھی۔ اس کا تعلق نبوت سے نہ تھا۔ بشریت سے تھا۔ اور بشریت کا مصداق سہو خطا ہونا مسلمات سے ہے۔

قرآن کریم بھی اس تدبیر بشریت سے ہی متعلق کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ الا جاحۃ فی نفس یعقوب فضاہا۔ لیکن یہ ایک تدبیر تھی جو کہ یعقوب کے دل میں آئی اور اس نے اسے جاری کر دیا۔ اس خیال کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ قرآن کریم میں جیت امروہہ ابوہمہ و زبایا ہے۔ جیت امروہہ نبیہم نہیں فرمایا۔ اگر انسان اس اصولی بات کو انبیا علیہم السلام کے افعال و اقوال میں مد نظر رکھے۔ تو اکثر مشکلات کا حل آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

جب سب بھائی یوسف کے پاس پہنچے تو ان کے ٹھہرنے کا مناسب انتظام کر دیا گیا۔ مگر جناب یوسف نے بنیامین کو اپنے پاس ہی ٹھہرایا۔ اور اسے بتلا دیا کہ میں تیرا بھائی ہوں۔ تجھے اب بھائیوں کی بدسلوکی کا کوئی فکر و افسوس نہیں کرنا چاہئے۔

جب یوسف علیہ السلام نے غلہ وغیرہ وے دلا کر ان کا سامان سفر تیار کر دیا۔ تو بنائے یعقوب میں سے کسی ایک نے پانی پینے کا سراہی گلاس بن یامین کی بوری میں رکھ دیا۔ سرکاری گلاس کی تلاش ہوئی۔ تو انہی پر شبہ کی نظر پڑی۔ اور پکارنے والے نے پکارا کہ قافلہ والو تم چور ہو۔ ائمہ لغت کی تصریحات اور سیاق و سباق آیات سے یوں بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ جب یوسف علیہ السلام نے غلہ وغیرہ وے دلا کر ان کا سامان سفر تیار کر دیا۔ تو اپنے بھائی کی بوری میں پانی پینے کا گلاس رکھوا دیا۔ کہ مباداراستے میں پیاس لگے۔ اور پانی پینے کا گلاس دستیاب نہ ہو اتنے میں

شاہی گلاس کی چوری ہو گئی اور انہی لوگوں پر شبیہ کی نظر پڑی اور پکارنے والے نے پکارا قافلہ والو تم چور ہو قرآن کریم میں دو لفظ آئے ہیں سقائہ اور صواع سقائہ کہتے ہیں پانی پینے کے پیلے یا گلاس کو۔ اور صواع کہتے ہیں پانی پینے کے اس گلاس کو جو چاندی یا سونے کا بنا ہوا ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائی کی بوری میں سقائہ کو رکھوایا تھا جو پانی پینے کا معمولی گلاس تھا اور ان لوگوں پر اس کے چوری لے جانے کا کوئی الزام نہیں لگایا گیا۔ اور الزام لگایا بھی کیسے جاسکتا تھا۔ جب کہ یوسف علیہ السلام نے خود سے بھائی کی بوری میں رکھوایا تھا۔ الزام تو سونے کے سرکاری گلاس کی چوری کا تھا۔ اور وہ یوسف نے نہیں رکھوایا اس مقام پر بعض کوتاہ اندیش لوگوں نے جو جناب یوسف پر اعتراض جایا کہ خود ہی پانی پینے کا گلاس بھائی کی بوری میں رکھوایا۔ اور خود انہیں چوری کے الزام میں دھر دیا۔ مذکورہ بالا بیان سے یہ اعتراض قطعاً دور ہو جاتا ہے۔ اور حقیقتہً الحال بھی یہی ہے۔ ناں اس میں شک نہیں کہ بعض مفسرین نے آیات قرآنیہ کا غلط مفہوم لے کر انہیں مورد اعتراض بنا دیا ہے۔ سو اس کے جواب دہ خود مفسر ہیں قرآن مجید یا یوسف علیہ السلام نہیں۔

پہلے ترجمے کی بنا پر جبل کا فاعل مقدر ماننا پڑے گا۔ جو احسنم ہوگا۔ اس تقدیر پر ترجمہ یوں ہوگا کہ بھائیوں میں سے کسی ایک نے پانی پینے کا برتن اس کے بھائی کی بوری میں رکھ دیا۔

عرض دونوں ترجموں میں سے کوئی سا لو۔ اس کے لحاظ سے جناب یوسف علیہ السلام پر کوئی اعتراض نہیں وارد ہو سکتا۔

پکارنے والے کی پکار کو سنا تو برادران یوسف نے کہا تمہارا کیا کھوایا گیا ہے۔ وہ بولے ہمیں شاہی گلاس نہیں ملتا۔ جہا سے لے آئے۔ اسے ایک بار شترانعام ملے گا۔ اور میں اس کا ضامن ہوں۔ وہ بولے کہ ہم اس سرزمین میں خرابی کرنے نہیں آئے۔ اور نہ ہم چور ہیں۔ وہ بولے اگر تم چور ثابت ہوئے تو کیا سزا ہوگی رب نے مل کر کہا کہ بس چور کو کپڑو اس پران کی تلاشی شروع ہو گئی پہلے اور بھائیوں کی تلاشی لی گئی۔ پھر بنیامین کی باری آئی تو ان کی خرابی میں سے وہ گلاس مل گیا۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ بنیامین اپنے بھائی کے پاس رہ جائے لیکن مصری قانون کے رو سے ان کا رہنا ممکن نہ تھا۔ پس انہی بھائیوں میں سے کسی کے دل میں برائی کا خیال پیدا ہوا اور اس نے چپکے سے سرکاری گلاس بنیامین کی خرابی میں رکھ دیا۔ مال برآمد ہونے پر سب بھائی پکار اٹھے۔

ان لیسرق فقد سوق اخ لہ من قبل کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی

حضرت یوسف نے ان کی اس بات کو دل میں رکھا اور ناپس نظر ظاہر نہ ہونے دیا۔ بھائیوں کے اقرار اور کفانی قانون کے رو سے بن یامین کو وہیں رہنا پڑا سب ان لوگوں نے درخواست کی بنیامین کو چھوڑ دیجئے ہم میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ رکھ لیجئے۔ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے۔ وہ اس کی جدائی مٹی تاب نہ لاسکے گا۔ حضرت یوسف نے ان کی اس درخواست کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ چور کو چھوڑ کر بے گناہ کو پکڑ لینا ظلم ہے۔

یہ جواب سن کر سب بھائی ناامید ہو گئے۔ اور یاس و ناامیدی کے عالم میں الگ جا کر مشورہ کرنے لگے۔ سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ اب واپس جا کر والد کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ وہ تو تم سے خدا کا عہد لے چکے ہیں۔ اور اس سے پہلے بھی تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو۔ سو جب تک والد حکم نہ دے دیں میں تو یہاں سے ہٹنے کا نہیں۔ البتہ تم جاؤ۔ اور یہ عرض کرو۔ کہ ابا جان آپ کے بیٹے نے چوری کی۔ اور وہ قید کر لیا گیا۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے۔ اگر آپ کو ہم پر اعتماد نہ ہو۔ تو آپ ہمارے متعلق ان دیہات میں جہاں ہم رہے۔ اور اس تافلہ سے جس میں ہم آئے۔ تحقیقات کر سکتے ہیں۔ ہر ایک ہماری صداقت کی شہادت دے گا۔

غرض یہ لوگ لوٹ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بات تم نے اپنے دل سے بنائی ہے۔ اچھا صبر رہی بہتر ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خدا ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ وہ دانا بنا ہے۔

حضرت یعقوب نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ مگر بنیامین کے حادثہ نے یوسف کا غم از سر نو تازہ کر دیا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بیٹے کہنے لگے۔ ابا جان۔ آپ تو یوسف کا ذکر نہیں چھوڑیں گے۔ اور ناحق اسی کی یاد میں اپنے تئیں ہلاک کر دیں گے۔ حضرت یعقوب نے فرمایا کہ میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ و اعلم من اللہ ملا تعلق اور اللہ ہی کی طرف وہ کچھ جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔

یا بنی اذہبوا فتحسسوا من یوسف واخبروا تا یسوا من روح اللہ انہ لا یأش من روح اللہ الا القوم الکافرون۔

میرے بیٹو۔ جاؤ۔ یوسف اور اس کے بھائی کا پتہ لگاؤ۔ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ کیونکہ اللہ کی رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس حکم کی بنا پر حضرت یعقوب کے بیٹے تیسری مرتبہ پھر مصر گئے۔ اور عزیز کی خدمت میں باریاب ہو کر کہنے لگے۔ کہ جناب ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لٹے ہیں۔ آپ ہمیں پورا نلہ دیجئے اور اپنی طرف سے خیرات کیجئے۔ کہ اللہ خبرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

ہل علمتہ ما فعلتہ بیوسف واخبرہ تم جانتے ہو؟ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا۔ جناب یوسف علیہ السلام کے اس قول میں لطیف ترین اشارہ موجود ہے۔ کہ شاہی گلاس کو انہیں میں سے کسی ایک نے بنیامین کی بوری میں رکھ دیا تھا۔ ورنہ ساری سورت میں بن یامین کے ساتھ بھائیوں کی بدسلوکی کا تذکرہ نہیں۔ یہی ایک بدسلوکی تھی۔ جسے جتنا کہ جناب یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ تم یوسف اور بنیامین کے ساتھ کیا کچھ کیچکے ہو۔ ابنائے یعقوب نے یوسف علیہ السلام کی اس سرزنش کو سن کر سمجھ لیا۔ کہ ہونہ ہو یہی یوسف ہیں۔ کیونکہ ہمارے اور یوسف کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا۔

کہنے لگے۔

انك لا ت يوسف کیا تم ہی یوسف ہو یا تو جناب یوسف سے بھی نہ رہا گیا۔ فرمانے لگے ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ محبتیں کا اجر ضائع نہیں ہونے دیتا۔

سب نے بالاتفاق کہا۔ اللہ کی قسم۔ اس نے آپ کو ہم پر فضیلت عطا کر دی۔ اور ہم ہی قصور وار نکلے۔ جب یہ لوگ اپنے جرم کا اقرار کر چکے۔ تو آپ نے فرمایا۔ تم پریشان خاطر مت بنو میں تم پر کوئی ملامت نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے۔ وہ بھی درگزر کرے گا۔ اذہبوا بقمیصی ہذا انا لقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا۔ میری قمیص لے کر کنعان واپس جاؤ اور والد محترم کے سامنے ڈال دو اس سے ان کو مسرت حاصل ہوگی۔ اور ان کا غم و رنج مٹ جاوے گا۔ اور مسرت کے حصول اور رنج و غم کے مٹنے سے ضعف بصارت بھی دور ہو جائے گا۔ اور نظر پھر عود کر آئے گی۔ پھر سب مل کر یہاں آ جاؤ۔

سورہ یوسف میں قمیص کا تذکرہ تین دفعہ آیا ہے۔ پہلی دفعہ تو قمیص حضرت یوسف کی زندگی کا نشان بنی اور اسی سے حضرت یعقوب نے اندازہ لگا لیا کہ یہ سب کچھ بناوٹ ہے۔ دوسری دفعہ قمیص ہی حضرت یوسف کی عصمت و پاک دامانی کی دلیل ہوئی۔ اب تیسری مرتبہ قمیص ہی آپ کی حکومت اور شان و شوکت کا نشان بنتی ہے۔ اور قمیص کے کھینچنے کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے انہیں یقین ہو جائے گا۔ کہ واقعی یوسف مصر میں برسر حکومت ہیں۔ اس توجیہ کی بنا پر اذہبوا بقمیصی ہذا انا لقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا کے معنی ہوں گے کہ میری یہ قمیص جو کہ میری شان و شوکت اور حکومت کا نشان ہے لے جاؤ اور والد محترم کے سامنے ڈال دو۔ اس سے ان کو میری زندگی اور برسر حکومت کا یقین آ جائے گا۔

بصر کے معنی آنکھ سے دیکھنے اور دل کی قوت مدد کہ سے بات کی حقیقت کو پالینے کے بھی ہیں۔

عرض اور قافلہ مصر سے روانہ ہوا اور جناب یعقوب نے ان لوگوں سے جو حاضر خدمت تھے فرمایا۔ اتنی لاجد مدح
یوسف ان قندہ دن۔

الآنم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو۔ تو مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ کہنے لگے۔ کہ آپ تو ابھی تک اسی پرانی غلطی
میں پڑے ہیں۔

آخر کار قافلہ اکیسا اور قیس حضرت کے سامنے ڈال دی گئی۔ تو آپ کا ضعف بصارت دور ہو گیا اور جناب یوسف
کے برسر حکومت ہونے کا حق الیقین حاصل ہو گیا تو فرمانے لگے

المر اقل لکم انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون

کیا میں تمہیں نہ کہتا تھا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے بیٹوں نے کہا ابا جان ہمارے
لئے دعائے مغفرت ذنوب کیجئے۔ ہم واقعی خطا کرتے۔ فرمایا میں اپنے پروردگار سے بخشش کی دعا کروں گا وہ بخشتے والا

مہربان ہے۔

یعقوب علیہ السلام اپنے تمام خاندان کو لے کر مصر میں داخل ہوئے۔ یوسف علیہ السلام نے ان کا نہایت شاندار استقبال
کیا۔ ان سب نے دیکھ لیا۔ کہ آج یوسف کو جو عزت و مہرمت حاصل ہے۔ وہ ہم میں سے کسی کو نہیں۔ وہ اس جگہ کے حاکم
اعلیٰ تھے۔ اس لئے قانوناً ان لوگوں کے ضروری تھا۔ کہ تمام شاہی آداب بجالائیں۔ چنانچہ انھوں نے پوری تنظیم اور جناب
یوسف نے بھی اپنے باپ کو تخت پر اپنے پاس جگہ دی اور فرمایا۔

یا ابت هذا تاویل رویا قد جعلہا ربی حقا

ابا جان یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے۔ جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ میرے پروردگار نے اسے سچا ہی کر دیا

حضرت یوسف علیہ السلام کے مذکورہ بالا حالات سے جو کہ صرف قرآن کریم سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اور جن سے بڑھ کر
کسی دوسری جگہ سے صحیح حالات کا دستیاب ہونا ناممکن ہے۔ قارئین کرام اس نتیجے تک ضرور پہنچ گئے ہوں گے۔ کہ یوسف
صدیق کی ساری زندگی بالکل پاک اور بے لوث تھی۔ اور انہوں نے تا دم زبست کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جو ان کے نام
پاک پر بدنامی کا دھبہ لگا سکے۔

حالات مذکورہ بتلاتے ہیں۔ کہ یوسف صدیق ایک لحظہ کے لئے بھی کسی خوبصورت عورت کے پنچہ زلف میں اسیر

نہیں ہوئے اور نہ کسی عورت پر اپنے عشق اور اپنی محبت کا اظہار ہی کیا۔ ہاں امراۃ العزیز نے جوشی نفسانیت سے مغلوب ہو کر انہیں اپنے دام تذبذب میں پھنسانا چاہا اور انواع و اقسام کے جیلوں بہانوں سے کام لے کر اپنی مراد پوری کرنی چاہی۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام پر اس کے کسی حیلے بہانے کا اثر نہ ہوا اور اس کے کسی فریب میں نہ آئے۔

امراۃ العزیز اپنی ضد پر اڑی۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام جیسا اخلاق فاضلہ کا بہار بھی اپنی جگہ سے جنبش میں نہ آیا۔ وہ ادھر آؤ ادھر آؤ پکارتی ہی رہی۔ اور آپ اس کے جواب میں لگاتار معاذ اللہ ہی کہتے رہے کتنا نازک مقام ہے۔ ایک ماہ پارہ حسینہ موجود ہے۔ خلوت کی جگہ ہے۔ کوئی پرساں حال بھی نہیں۔ اور حسینہ کی طرف سے خود اظہار عشق ہو رہا ہے۔ عمر بھی نوجوانی کی ہے۔ کوئی اور ہوتا تو اپنی جگہ سے جنبش ضرور کر جاتا۔ مگر اللہ کیا کہتا ہے۔ حضرت یوسف کے تقدس اور ان کی طہارت و پاک دامنی کا کہ بیار کی طرح اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتے۔ ایسے ہی پاکیزہ نفوس تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت پر فائز ہو کر ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور ہوتے ہیں۔

وہ تارخیں اور وہ بیانات قطعاً ناقابل اعتبار ہیں جن میں اس امر کا اظہار ہے۔ کہ حضرت یوسف کا دل بھی گذرگاہ خیال عشق بن گیا تھا۔ ایسے بے سرو پا قصوں کو شاعرانہ افسانہ گوئی سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے۔ اور کوئی محقق انہیں باور بھی نہیں کر سکتا۔

خواجہ عبدالحی صاحب پروفیسر جامعہ بلخ دیہی تحریر فرماتے ہیں۔

ولقد همت به وهم بها لولا ان دعى برهان سابه كى تفسيره من لوگوں کو عجیب عجیب حیرانیاں ہوتی ہیں اور اس ذیل میں انہوں نے ایسی لغو اور بیہودہ حکایات اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔ کہ ان کو پڑھ کر بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں قرآن تو پیکار پیکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ باوجود ان حالات کے یوسف کا دامن بالکل پاک صاف رہا۔ یہاں تک کہ ان کے دل میں بھی اس جرم کے ارتکاب کا خطرہ تک نہ گزرا۔ مگر یہ لوگ ہیں کہ اپنی کتابوں میں بے دھڑک ایسی لایعنی روایات نقل کرتے ہیں رحمت سے

قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری بھی اپنی تفسیر الجلال والکمال میں اس قسم کی روایات اور اس طرح کے بیانون کو بالکل لغو ٹھہرتے ہیں۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے بھی اس طرح کی روایات کو صحیح نہیں مانا۔

محققانہ اصولوں کے مطابق ان کی صحت کبھی تسلیم نہیں کی گئی۔ قدامتے محققین بھی انہیں لغو اور ناقابل

اعتبار رکھتے ہیں

یہی طرح کی لائے یعنی روایات کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق زبان اعتراض کو کرنا انصاف اور دانشمندی کے باہکل خلاف ہے۔

ہیں افسوس ہے کہ مخالفین اسلام اسی قسم کی روایات کو لے کر اسلام پر طعن کرتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ اس قسم کے اعتراضات جن کی بنیاد ہی باطل پر رکھی گئی ہو اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، بلکہ خود انہی معترضین کی علمی کم آنگی پر برہان قاطع کا کام دے جاتے ہیں۔

ہیں تو ہندوستان کی مختلف اقوام کو متحد بنانا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ غلط باتوں سے استدلال کرنے کے غیر معقول طریقے کو سرے ہی سے چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ ناملائم طریقہ متزل اتحاد کا رہنم ہے۔

قارئین کرام مذکورہ بالا قصہ سے اس نتیجہ پر بھی ضرور پہنچے ہوں گے کہ سونے کے شاہی گلاس کو نبیائین کی خورجی میں حضرت یوسف علیہ السلام نے نہیں رکھا تھا۔ بلکہ ان کے بھائیوں میں سے کسی ایک نے چمکے سے رکھ دیا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے تو ازراہ ترجم پانی پینے کا معمولی گلاس جسے سقائہ کہتے ہیں رکھوا دیا تھا۔ اور اس کے رکھوانے کی غرض صرف یہ تھی کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں بھائی کو راستے میں پیاس لگے۔ اور وہ بکلیف اٹھائے۔ اس گلاس کی چوری کا کسی پر کوئی الزام نہیں لگایا گیا۔ اور لگایا بھی کیسے جاسکتا تھا۔ اسے خود یوسف ہی نے رکھوا دیا تھا۔

اس معاملے میں قرآن کریم کا بیان بالکل صاف ہے۔ جس گلاس کے چوری جانے کا الزام ہے اسے صواع الملک کہا یعنی شاہی سونے کا گلاس۔ اور جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائی کی خورجی میں رکھوا دیا تھا۔ اسے سقائہ کہلے۔ یعنی پانی پینے کا معمولی گلاس معلوم نہیں ہوتا۔ سقائہ اور صواع کو ایک سمجھ کر بعض مفسرین نے کیوں ایسا خلط مبعث کر دیا ہے۔ جس سے جناب یوسف علیہ السلام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ خود ہی تو گلاس کو بھائی کی چوری میں رکھوا دیا اور خود ہی اس غیب پر چوری کا الزام لگوا دیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ یہ کہنا کہ یوسف علیہ السلام بھائی کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ مگر قانون ملک کے لحاظ سے بھائی کو اپنے پاس رکھنے کے مجاز نہیں تھے۔ اس جیل سے انہوں نے بھائی کو اپنے پاس رکھوا لیا تھا۔ کوئی تسلی بخش جواب نہیں۔ اور نہ اس سے حضرت یوسف علیہ السلام سے اعتراض ہی دور

ہو سکتا ہے۔ برائی آخر برائی ہی رہے گی۔ خواہ اس کے لئے کیسی ہی وجہ موجود ہو کیوں نہ مانعہ آجائے۔

بات اصل میں یہ ہے کہ اس اعتراض کی جڑ اور بنیاد صرف سقایہ اور صواع کو ایک ہی چیز سمجھ لینا ہے۔ اور بس اس مقام پر قرآن کریم کے کمال بلاغت کو دیکھئے۔ کہ یہ دونوں لفظ مترادف المعنی بھی لئے جائیں تو پھر بھی ان دونوں میں کیسا باریک فرق پیدا کر دیتا ہے۔

صواع کو ملک کی طرف مضاف کر کے صواع الملک کہتا ہے اور سقایہ کو بلا اضافت استعمال کرتا ہے۔ تاکہ یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے۔ کہ سقائہ اور صواع الگ الگ چیزیں ہیں۔ یوسف سقائہ کے رکھنے والے تھے۔ صواع کے نہیں۔ اور الزام صواع کے چوری جانے کا لگتا ہے سقایہ کا نہیں۔ اس لئے یہ اعتراض یوسف علیہ السلام کی ذات پر نہیں آسکتا۔ کہ خود گلاس کو پوری میں رکھو اگر بھائی کو چوری کے الزام میں پکڑو لیا۔ بھائی تو شاہی گلاس کی چوری کے الزام میں پکڑا گیا تھا۔ اور یوسف علیہ السلام نے پانی پینے کا معمولی گلاس رکھوایا تھا۔ اور پوری میں دھوکے سے گلاس رکھنے والا خود ان بھائیوں سے کوئی ایک تھا۔

اس فعل کو برادران یوسف میں سے کسی ایک کی طرف منسوب کر نیکی دلیل یہ ہے کہ خود یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو جیب کہ وہ تیسری مرتبہ مصر میں آتے ہیں۔ مخاطب کر کے کہا ہے۔ هل علمتم ما فعلتم بیوسف و اخیہ تم نے جو کچھ یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ برائی کی اُسے جانتے ہو؟

جناب یوسف کے ساتھ تو بھائیوں نے جو برائی کی۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ مگر بنیامین کیسے تھا جو برائی کی۔ اس کا کہیں تذکرہ نہیں۔ اور تصریحاً یا اشارتاً تذکرہ کے بغیر یہ کہہ دینا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ هل علمتم ما فعلتم بیوسف و اخیہ حقیقت الامر یہی ہے۔ کہ یہ آیت اس بات کا قوسی قرینہ ہے۔ کہ گلاس رکھنے والا خود انہی میں سے کوئی ایک تھا۔ اور اسی برائی کی طرف اشارہ کر کے جناب یوسف نے یہ فرمایا ہے۔

هل علمتم ما فعلتم بیوسف و اخیہ

اب رہ گئی یہ بات کہ قانون سلطنت کے رو سے یوسف علیہ السلام بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور یاں بہہ انہیں رکھنا بھی چاہتے تھے۔ ان کی آرزو پوری تھی اتفاق سے ایسی بات پیش آگئی۔ کہ کسی بھائی نے جلساری سے بن یا مین کی خورجی میں گلاس رکھ دیا۔ اور اس پر اس کے سترقہ کا الزام لگا۔ اور قانون کے بموجب وہیں رہنا پڑ گیا۔

مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں آیات بالا کی ایسی عمدہ تفسیر لکھی

ہے کہ باید و شانہ۔

تائین کرام میں سے جنہیں مزید تحقیق کی طلب ہو۔ وہ تفسیر مذکورہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ بصیرت عام فہم رسالہ ہے اس سے زیادہ علمی مباحث کی تاب نہیں لاسکتا۔

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

رمولوی محمد عصمت اللہ صاحب،

اکہی رحمت بر حال زارم ~~~~~ بجز تو حامی دیگر ندارم
توئی یاور مراد رسیکی ہا ~~~~~ توئی یاری وہ ہر نا تو اتانا
تہہ کریم بعصیاں روزگائے ~~~~~ نکر دم غیر عصیاں ہیچ کارے

نجل ہستم کنوں از کردہ خویش

بدرگاہت نیاز آورده ام پیش

میمی سوکت

(راز مولوی محمد عصمت اللہ صاحب)

آریہ سماج کے نزدیک یہ امر نہایت ضروری ہے کہ الہامی کتاب قصوں کہانیوں سے بالکل پاک ہو اور اُس میں کسی خاص انسان یا چیز اور جگہ کا بیان نہ پایا جائے چنانچہ بھائی ہنال سنگھ جی کرناٹ نو اسی رگو بد آدی بہاش بھومگا کے ویجاچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "الہامی کتاب میں کسی خاص انسان چیز یا جگہ کا بیان یعنی کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہونی چاہیے۔ رگو بد آدی بھاش بھومگا اردو ویجاچہ مترجم ص ۹

آریہ سماج کے اس معیار پر اگر چہ سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ معیار ویدوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ یا الہام وید کے اثبات کا خیال مد نظر رکھ کر خود بنا لیا گیا ہے۔ اگر ویدک شرتوں سے لیا گیا ہے۔ تو آریہ سماج کا فرض تھا۔ کہ ان شرتوں کو میلک کے سلتے رکھ دیتی۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ آریہ سماج نے آج تک اپنے اس ضروری فرض کو ادا نہیں کیا۔ اور اگر مقدس وید اس معاملے کے اظہار میں خاموش ہیں۔ اور اس خاموشی پر بھی کمل کبے جانے کے حقدار ہیں۔ تو پھر آریہ سماج کو کیا حق حاصل ہے کہ جس بات کو ویدوں نے غیر ضروری سمجھ کر خود بیان نہیں فرمایا۔ اسے اپنی طبیعت سے گھڑے۔ اور جدت پسندی سے نکتہ آفرینی کر کے معیار صداقت کا درجہ دے۔ ان ہذا نشی "عجاب

مکمل ہونے کی شرط پر مقدس ویدوں کا اس معیار کے اظہار سے خاموش رہنا اس بات کی قطعی اور ناقابل تردید دلیل ہے کہ یہ معیار ہی ناپسندیدہ اور ناقابل قبول ہے۔ ورنہ ویدوں کے متعلق یہ دعویٰ کہ کول میں بے معنی سا دھوئے بن جاوے گا۔ خیر کچھ بھی ہو۔ مگر ہم کو سردست ان نام امور پر بحث کرنا نہ نظر نہیں ہے ہم اس سے قطع نظر کر کے آریہ سماج ہی کے تمسیر کردہ اور بیان فرمودہ معیار کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ وید الہامی بھی ہیں یا نہیں۔

رگوید کے وسویں منڈل کے وسویں سوکت اور اتھرو وید کے اٹھارہویں کانڈ کے پہلے سوکت کا نام میم می سوکت ہے۔ میم کسے کہتے ہیں اور یہی کون تھی۔ اس کے متعلق آریہ ہما نشاؤں میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ میم سے مراد دن اور یہی سے مراد رات ہے۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہی رتسکا تھی۔ اس کا شرمکا ہونا جہاں اس کی بلند پائیگی اور عالی مرتبتی پر دل ہے۔ وہاں

سلو ویدوں سے روحانی قوانین کا وہ سبب شدہ خزانہ مقصود ہے جس کا مختلف وقتوں میں مختلف پاک شخصوں پر اظہار ہوا ہے۔ ان قوانین کے دریافت کرنے اور یقین کرنے والے رشی کہلاتے ہیں۔ ان رشیوں میں جو بہت ہی برگزیدہ ہیں۔ ان میں سے چند عورتیں بھی ہیں

سوامی دوپکا نندا اور ان کی تعلیم ص ۹۳

اس بات کا بھی بین ثبوت ہے کہ وہ کوئی فرضی شے نہ تھی۔ بلکہ حقیقی وجود رکھنے والی تھی۔ شریان پنڈت شو شکر جی ہمارا جی تحریر فرماتے ہیں۔ یہ رشکا اندر ریوین کی شکستہ کرتی ہوگی۔ اس کارن سے بھی یہی کہاتی ہو یہ بھی سمجھو ہے۔ ویدک اتہاس ارتھ نرنے ۱۷۰

پنڈت جی مدوں یہ بھی لکھتے ہیں۔ ویدوں میں دن کویم اور راتری کویم کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں سورج کے پتر پتری ہیں۔ ویدک اتہاس ارتھ نرنے ص ۱۷۰

سرور دیوی ہنہے صاحب سابق وزیر ریاست جموں نے ایک کتاب بنام ہندو کلاسیکل ڈکشنری البیف کی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔ یم سور بہ وسوت کا بیٹا بنجلا کے لطن سے ہے۔ اور اس کی توام ہمشیر ویسی ہے۔ ہندو کلاسیکل ڈکشنری ص ۳۸۱ ان تمام بیانات سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ یم۔ یہی حقیقی انسانی وجود رکھتے تھے۔ اور آپس میں بھائی بہن تھے۔ یہی رشکا بھی تھی دوم یہ کہ ان کا کوئی حقیقی وجود نہ تھا۔ ویدوں نے ایک اہم امر کو سمجھانے کے لئے قصے کے پیرایہ میں یہ سوکت بیان فرما دی ہے۔

پہر حال دونوں صورتوں میں یہ سوال پیدا ہوجاتا ہے کہ اگر یم یہی حقیقت میں انسانی وجود رکھتے تھے۔ تو ان کے قصے کا ویدوں میں آنا ویدوں کے الہامی ہونے کے منافی ہے۔ اور اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وید الہامی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں یم یہی کا قصہ موجود ہے۔ قصوں والی کتاب الہامی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وید بھی الہامی نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ یم یہی حقیقی وجود نہیں رکھتے تھے۔ صرف سمجھانے کے لئے قصے کے طور پر ان کا بیان ہے تو مذکورہ بالا سوال اور سبھی سخت ہوجاتا ہے۔ کہ ویدوں میں حقیقی قصوں یعنی تاریخی واقعات کی بجائے افسانہ نگاری سے کام لیا گیا ہے۔ اس لئے وید کسی صورت میں بھی الہامی نہیں ہو سکتے۔

پنڈت شو شکر شرما جی کا خیال ہے۔ استری جاتی کا کسی پرش کے ساتھ ایکانت سیون کرنا اچت نہیں۔ اس وشے کویم برہم وادنی پرچار کیا کرتی تھی۔ ویدک اتہاس ارتھ نرنے ص ۱۷۰ مگر تعجب کی بات ہے کہ آگے چل کر خود ہی تحریر فرماتے ہیں یہاں یہی گرگنی ہے۔ پرتویم اپنے برت میں درڑھ ہے۔ ص ۱۷۰

آریہ سماج کے نزدیک حقیقی بھائی بہن کی شادی ناجائز ہے۔ اور اس کے عدم جواز کی دلیل یہی یم۔ یہی سوکت ہے۔ اس سوکت کو رشیوں نے بھائی بہن کی باہمی شادی کو ناجائز ٹھہرانے ہی کے لئے اپدیش کیا ہے۔ صرف پیرایہ بیان قصے کے طرز پر ہے۔ یم یہی سوکت اس خیال پر کہاں تک روشنی ڈالتا ہے۔ خود سوکت ہی کو پڑھنے سے واضح ہوجائے گا۔

پنڈت کالورام جی شاستری اس سوکت کی وجہ تصنیف یا شان نزول اس طرح پر تحریر فرماتے ہیں۔
 یم ویو کچھ بڑے تھے۔ اور یہی بہت چھوٹی تھی۔ اور اس کو سنسار کے دھرموں سے ان بھگتی تھی۔ ایک دن ایک برات
 علی جا رہی تھی۔ اس برات میں گھوڑے پر چڑھے ہوئے ورو کو دیکھ کر یم سے پوچھا کہ بھیا۔ یہ گھوڑے پر جو چڑھا ہے۔ کون ہے
 اور گھوڑے پر کیوں چڑھا ہے۔ اور یہ بہت سے لوگ اس کے ساتھ کیوں جا رہے ہیں۔ اس کے اوپر یم نے کہا کہ میں یہ وہ
 ہے۔ اور اس کا واہ ہے۔ یہ واہ کرنے کے لئے جا ہے۔ اتنی بات سن کر یم نے کہا کہ آؤ بھیا ہمارا اور تمھارا واہ
 رسالہ نیوگ ص ۷۷

اس پر باہمی گرا گم گنگو شروع ہو گئی۔ وہ تمام گفتگو اور باہمی مباحثہ یم ہی سوکت میں درج ہے۔ اور یم ہی سوکت اس
 باہمی مباحثے کی تکمیل روینا ہے۔

ہم اس سوکت کا ترجمہ ویدامرت ویا نند جنم شتا بدی ایدیشین صنفہ پنڈت سانو لیکر جی مہاراج سے لے کر لفظ بہ لفظ نقل
 کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ بھی اضافہ نہیں کریں گے۔ اول تو اضافہ کرنا ہی مناسب نہیں۔ دوسرے پنڈت جی کے لکھار
 بند سے نکلے ہوئے پوتر شبد ہی ایسے واضح ہیں کہ ان پر کسی اضافے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ ہندا

یم۔ ہی سوکت

بھائی بہن کے واہ کا نشیدہ

ہے۔ پرش تجھ منتر کے پرتی منتر بھاوسے ورتن کروں۔ اور بہت بڑے بھوسمدر کے پار جائیں۔ بدھی مان تو ادھاک پرکاش
 مان ہو کر بھونی پر پتا کے ناتی کو پتا کے پوتر کو دھارن کر رتھات پتر اپتن کر رگو دید منڈل۔ اسوکت ۱۰ منترا
 یم سے کہتی ہے کہ میں تیرے ساتھ منترن کر رتھات پتی بنکر رہنا چاہتی ہوں۔ تو میرے اندر پتر اپتن کر کے اپنے
 پتا کو پتر اپتن کر یم اور یہی جڑ بھائی بہن ہیں۔ ان کے سمواو سے بھائی بہن کا واہ نشدہ بھرا یا ہے۔ یہ بات اس سوکت میں پانچھک
 اوش دکھیں۔ نیم سے چلنے والے پرش کو یم اور اسٹری کو یم ہی کہتے ہیں۔

تیرا منتر اس پر کار کی منتر تا نہیں چاہتا۔ جہاں سماں لکشنوں والی اسٹری بھی وردھ لکشنوں والی سی ہوتی ہے۔ جہاں

لے ورتن کروں۔ زندگی بسر کروں۔ ستہ ناتی۔ بیٹی کا بیٹا ستہ پوتر۔ پوتر۔ بیٹے کا بیٹا ستہ اپتن کر۔ پیدا کر ستہ تینی۔ عورت بزوم
 ستہ سمواو۔ مکالمہ

پر پیشتر کے ویر پتھر جو دلوک کے دھارن کرنے والے ہیں۔ وکھلی درشتی سے دیکھ رہے ہیں رگ ۱۰-۱۰-۲۰
 یم کہتا ہے کہ ہے یہی میں اس پر کار کی ارتھات واد سے اپن ہونے والی مترتا نہیں چاہتا کہ جس مترتا میں ہم دونوں کے
 سماں گنن ہونے پر بھی وردھ لکشنوں سے بکت ہونے کے سماں ورتا وکرنا پڑے۔ کیونکہ پرمانتا کے رکشک دیر کھلے آنکھ سے ہمارا
 ودار دیکھ رہے ہیں۔

وے امر دیو ایک منس کے اس پر کار کے تیاگ کو نشیچ سے پسند کرتے ہیں۔ اس لئے تیرا من ہمارے من میں ملایا جائے۔ اور
 تو پتی بن کر مجھ استری کے شریکے پرتی پرودیش کر۔ رگ ۱۰-۱۰-۳

سنتان تپتی کے نمت جو پرش ویر یہ کا دان کرتا ہے اس کو دیو بھی پسند کرتے ہیں۔ اس لئے تو اپنا من میرے من میں
 جا کر میرے انتر گر بھ کی ستھا پنا کر۔ یہ بھی یم سے کہہ رہی ہے۔ اور اسے اپنے انوکول بنا رہی ہے۔
 پرا سین کال میں جو ہم نے کیا نہیں کیسا بھلا اب ست بھاشن کرتے ہوئے است دیو ہار کریں گے۔ ست کرمت پرش اور
 سدا چارنی استری یہی ہمارا کیندر یہ ہے۔ اور یہی ہمارا پر م سبندھ ہے۔ رگ ۱۰-۱۰-۴

یم کہتا ہے۔ اس پر کار کا دیو ہار ہم نے پہلے کیا نہیں، اس لئے اس سے کیسا کیا جا سکتا ہے۔ کیا ست بولتے ہوئے
 است دیو ہار کریں۔ ہمارے اپتی ایک ہی سدا چاری تا پتا سے ہے۔ اور اس لئے ہمارا یہی پر م سبندھ ہے۔ ارتھات ہم بھانی
 بہن ہی رہیں گے۔ پتی تپتی نہیں۔

انپادک سب کو روپ دینے والے سب کا جنک اور سب کو آکار دینے والے ایشور نے گر بھ میں ہی ہم دونوں کو پتی تپتی
 بنا لیا ہے۔ اس دیو کے نیوں کو کوئی بھی نہیں توڑ سکتا۔ اس بات کو پر بھو اور دلوک جانتے ہیں۔ رگ ۱۰-۱۰-۴
 یہی کہتی ہے پریشور نے ہم دونوں کو گر بھ میں ہی پتی تپتی بنا لیا تھا۔ نہیں تو ہمیں ایک ہی گر بھ میں کیوں اپن کرتا۔ اور تم
 جانتے ہو کہ اس کے نیوں کو کوئی بھی توڑ نہیں سکتا۔ اس لئے میرا پتی ہو جاؤ۔

اس منتر سے سب شٹ ہوتا ہے۔ کہ یم بھی ایک گر بھ سے اپن ہوئے بھانی بہن ہیں۔ اس پر تھم دن کے سبندھ میں کون
 جانتا ہے کس نے اس کو دیکھا ہے۔ اور یہاں کس نے کہا ہے۔ متر بھوت ستر شٹھ پریشور کا دھام بڑا ہے۔ ہے کامی استری
 کیسے کپٹ سے تو نشتوں سے بولتی ہے۔ رگ ۱۰-۱۰-۶

یم کہتا ہے جس دن گر بھ ودارن ہوا اس دن کی بات کس نے دیکھی، اور کس نے آکر یہاں کہی ہے۔ پرتانا کی سکتی اگا دھ ہے ایسا
 ہوتے ہوئے بھی تم پریشوں کے ساتھ ایسی باتیں کرتی ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔

یم کی کامنا ایک گھر میں ساتھ سونے کے لئے مجھ بھی کو آگئی ہے۔ پتی کے لئے جیسی استری اس پر کار میں اپنا شری بھیلادوں۔ اور

اتر تو دوسرے کسی یوگ پتی کے ساتھ آئند کا اُپ بھوگ لور تیرا بھائی میں ہم ایسی باتیں جو قبول رہی ہے نہیں چاہتا۔ تیرے شریر کو اپنے شر سے کبھی بھی سپریش نہیں کروں گا۔ اس کو پانی کہتے ہیں کہ جو بہن کے پاس جلے میرے ہرنے اور ان کے یہ بات وردھ ہے کہ میں بھائی بہن کے بچھونے پر سوؤں۔ رگ۔ ۱۰۔۱۰۔۱۲

ہم کہتا ہے ہے یہی میں تیرے شریر کو سپریش کبھی نہیں کروں گا کیونکہ بھائی بہن کے پاس گیا تو اس کو پانی کہتے ہیں میرے ان کے بھی یہ بات وردھ ہے اس لئے میں کبھی تیرے ساتھ سوؤں گا نہیں۔

اس منتر میں ہم بھائی ہے۔ اور اس کی بہن یہی ہے یہ بات پشت ہے ہوم تو بیج نزل ہے تیرا من اور ہر دے۔ ہم نے نہیں سمجھا۔ شچ سے دوسری استری تجھے آنگن دے گی جس پر کارسی جاتے ہوئے گھوڑوں کو اور بل برکش کو پیش ہوتی ہے۔ رگ۔ ۱۰۔۱۰۔۱۳

یہی کہتی ہے ہم تو بڑا ہی نزل ہے۔ بیج تیرے من کی گہرائی مجھے پتا ہی نہیں تھی نہ ات پر یہ ہے کہ دوسری استری ہی تجھے آنگن دے گی۔

ہے یہی۔ تو دوسرے پرش کو ہی مل۔ دوسرا پرش ہی تجھے آنگن دے گا۔ جس پر کار پتی برکش کے اوپر لپٹ جاتی ہے۔ اس کا من تو جانے کی اچھا کر تھا وہ تیرے من کو جانے گا۔ اور اس کے ساتھ تیری تنگی منگل بکت کر۔ رگ۔ ۱۰۔۱۰۔۱۴

ہم کہتا ہے کہ ہے یہی تو دوسرے پرش کے ساتھ مل۔ اور وہی تجھے آنگن دے گا۔ اس کا من تو پہچان۔ اور تیرا من وہ جانے گا۔ لپٹ چات تم دونوں کا ملاپ دونوں کو لا بہہ کاری ہوئے۔ ایسا ویو بار کر۔

اس سہوا میں بھائی بہن کا سگوترو واہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ بات پشتنا سے کہی ہے۔ ویدامرت ۲۳۱ تا ۲۳۷

یہ سہوا یعنی مکالمہ فرضی ہو یا اصلی بہ حال ایک قصہ ہے۔ اور اس قصے سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ ویدوں میں قصے پائے جاتے ہیں قصوں کا پایا جانا الہامی کتاب کی علوشان سے بہت بعید ہے۔ اس لئے آریہ سماج ہی کے مسلمہ اصول کے مطابق وید الہامی نہیں ہو سکتے۔

قرآن پاک چونکہ فاطر فطرت کا کلام ہے اور انسانی فطرت کے عین مطابق واقع ہوا ہے۔ اس لئے اس میں ضرورت کے مواقع پر سچے قصص سے بھی کام لیا گیا ہے۔ واقعات یا ضمیمہ سے سبق اندوز ہونا انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ دفن تاریخ کی ترتیب و تدوین ہی خاصے کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ اور اسی نے اس کو قبول عام کی سند بھی دلا دی ہے۔ اختیار و اثر کے حالات ہمیشہ سے انسان کے لئے سہرا نہ نصیحت پذیری رہے ہیں۔ اور ہمیشہ تک رہیں گے۔ اختیار کے حالات انسان کو نیکی کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں۔ اور اثر کے حالات برائی سے نفرت دلاتے ہیں کیونکہ ممکن ہو سکتا تھا کہ فاطر فطرت اپنے کلام پاک میں اس

فطری خالص کو نظر انداز کر دیتا اور اس کی آبیاری کے لئے اس میں کوئی سامان ہی ودیعت نہ رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں ضرورت کے مواقع پر سچے قصص سے بھی کام لیا گیا ہے جن لوگوں کا یہ اصول ہے کہ الہامی کتاب قصوں سے بالکل پاک ہونی چاہئے۔ وہ انسان کے اس فطری خالص کی طرف توجہ دے کر خور فراویں کہ ان کا یہ اصول کہاں تک صحیح ہے۔ اگر واقعات ماضیہ سے سبق لینا انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ تو پھر اس کی آبیاری کے لئے الہامی کتابوں میں واقعات ماضیہ کا کچھ نہ کچھ مذکور ہونا ضروری ہے۔ ورنہ کہنا پڑے گا کہ جن کتابوں میں اس فطری خالص کی نشوونما کا کوئی سامان ہی نہیں۔ وہ انسانی فطرت کے نہ ہونے سے الہامی نہیں ہو سکتیں۔

ویدوں میں قصے موجود ہیں۔ اور ان کی موجودگی کا ثبوت یم می سوکت ہے جس کا ترجمہ اس چھوٹے سے مضمون میں ہدایت پرین کیا جا چکا ہے۔ اس لحاظ سے قرآنی قصص پر اعتراض کرنے کا یہ سماج کو کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ جو اعتراض ان کے خیال میں قرآن مجید پر وارد ہو سکتا ہے۔ بعینہ وہی اعتراض ویدوں پر آجاتا ہے۔ حقیقت الحال یہ ہے کہ اس خود ساختہ اصول کی بدولت آریہ سماج کی پوزیشن بہت نازک ہو چکی ہے۔ اور گوئم مشکل و گرنہ گوئم مشکل والا معاملہ پیش آ گیا ہے۔ کیونکہ اگر ۱۔ یہ اصول صحیح ہے۔ الہامی کتاب قصوں سے پاک ہوئی چاہئے۔ تو وید الہامی نہیں کیونکہ اس میں یم می کا تاریخی قصہ موجود ہے۔ ۲۔ اگر یم می سوکت بھائی بہن کی شادی کو ناجائز ٹھہرانے کے لئے قصے کی طرز اور مکالمے کی صورت میں بیان کر دیا گیا ہے تو پھر کہنا پڑے گا کہ تاریخی واقعات تو ایک طرف ہے۔ ویدوں میں فسانہ نویسی سے بھی کام لیا گیا ہے۔ اس لئے الہامی نہیں ہو سکتے۔ ۳۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ویدوں میں قصے موجود ہیں۔ اور وہ الہامی بھی ہیں۔ تو پھر مذکورہ اصول باطل ہے۔

۴۔ بطریق تشریح اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اصول مذکورہ کے بموجب ویدوں میں قصے نہیں تو پھر مشکل یہ ہے کہ وید فاطر فطرت کا الہام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں واقعات ماضیہ سے سبق اندوزی کے انسانی فطری خالص کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور آریہ آبیاری کے لئے کوئی سامان نہیں دیا گیا۔ اس لئے اصول ہی درست ہے نہ وید ہی الہامی ہیں۔

یم می سوکت کے رو سے آریہ سماج حقیقی بھائی بہن کی شادی کو ناجائز ٹھہراتا ہے۔ ہم بھی اس معاملے میں ان کے ہم نوا ہیں۔ اور حقیقی بھائی بہن کی شادی کو از روئے قرآن پاک ناجائز کہتے ہیں۔ ویدوں نے اس مسئلے پر یم می کے مکالمے کی صورت میں روشنی ڈالی ہے۔ اور تصریح سے کام نہیں لیا۔ بعض جگہ یم می کے دلائل ایسے سخت ہیں کہ یم سے ان کا جواب تک نہیں بن پڑا۔ مگر قرآن پاک نے اس مسئلے کو ایسی تصریح سے واضح کر دیا ہے کہ تشک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں چھوڑی دیکھئے۔ حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم و نوا انکم تہتم تم پر اپنی مائیں بیٹیاں نہیں حرام کر دی گئیں +

از جناب سید محمد حیدر صاحب
عاصم

حیاتِ دوام

الم آراہی ریاس لندن
کوہر مغل

کہہ در شمارِ سجدہ صد دانہ گشتہ ایم
گاے بہ شیخ و صوفی و واعظ بہ مسجد
گاے زمینِ عاطفت پیرے کدہ
برویم گونے عشق زقیں حزیں گہے
گاے ز قدسیانِ فلک برگزشتہ ایم
رفتیم کہہ بہ طور بہ کنہہ تجلیش
کہہ اسجد والادام بود از برائے ما
گاے ری او مکر بیاختم بہ زند
کہہ دست رو بہ شمتِ خاقان زدیم و گاہ
گاے نمودہ ایم بہ دوں مہتی بسر
وام ری انہیم بے عایاں گہے -
مازالست و شربے بر کشودہ ایم
خلقم گہے بہ احسن تقویم بود و گاہ
کہہ بودہ ایم شرح صد افسانہ و کنوں
خالی بودہ ایم ز حرص و ہوائے دہر
خود را نمودہ ایم جو کہ بہ چشمِ خلق
عمرے بسر شد است بسر شہیم فعال!
طامات ما بہ منبر و ایسج دیدنی است
فرزانگیم ہیں کہ بایں نجت نفس خویش
وانیم ایں کہ مقصد ما زندگی است بس
عاصم مرا ز مدحت گفتار ما مہیں

کہہ جہد سائے برد و بتجانہ گشتہ ایم
با صد خلوص سجدہ شکرانہ گشتہ ایم
بامست ناز بر سر ہیمانہ گشتہ ایم
گاے بہ نجد لغرہ مستانہ گشتہ ایم
گاے بہ نفس سر کشتہ مچانہ گشتہ ایم
گاے نثار عارض جانانہ گشتہ ایم
بیروں ز خلد گاہ بہ یک دانہ گشتہ ایم
گاے ز صدق صوفی و مستانہ گشتہ ایم
پیش امیر دست فقیرانہ گشتہ ایم
گاے بہ دہر ہمت مردانہ گشتہ ایم
کہہ خود شکار دام تہ دانہ گشتہ ایم
لیکن ز راز خود ہمہ بیگانہ گشتہ ایم
در سافلین سخانہ ویرانہ گشتہ ایم
پارینہ داستانے و افسانہ گشتہ ایم
روزے نہ شد کہ ماسک بینانہ گشتہ ایم
در گوشہ ہائے دل بت و بتجانہ گشتہ ایم
ہنگام مرگ عاقل و فرزانہ گشتہ ایم
ناگفتنی بہت آنچه کہ در خانہ گشتہ ایم
ماندیم راز و پر کسے افشانہ گشتہ ایم
از مقصد حیات چو بیگانہ گشتہ ایم
حال تباہ ہیں کہ چہ رسوانہ گشتہ ایم

آنحضرت صلعم اور کثرت ازواج

(لازمولہی محمد عصمت اللہ صاحب)

مخالفین اسلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر سب سے بڑا یہ اعتراض ہے کہ آپ کے ازدواج میں ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ اور یہ امر شہوت رانی اور تحفظ نفسانی حاصل کرنے کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں رکھتا۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اس مسئلے کو حل کر لیا جائے۔ اور اس اعتراض کا حقیقی جواب دے دیا جاوے۔

اس اعتراض کے جواب اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے تین باتوں پر غائر نگاہ ڈالنے کی بہت بڑی ضرورت ہے۔

اول یہ کہ قانون فطرت میں کوئی ایسی دفعہ بھی موجود ہے۔ یا نہیں جس سے ایک زیادہ بیویاں کرنے یا مسئلہ تعدد ازواج کے جواز پر روشنی پڑ سکے۔

دوم۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مذہبی رہنماؤں یعنی پیغمبروں اور رشیوں نیویں کثرت ازواج کا رواج تھا یا نہیں۔

سوم۔ یہ کہ آنحضرت کی کثیر ازواجی کن حالات و اسباب کے ماتحت تھی۔ آیا ان میں سے کوئی سبب لذت نفسانی حاصل کرنا بھی تھا یا نہیں۔

مذکورہ بالا ہر امور کا تصفیہ ہوجانے کے بعد خود بخود معلوم ہو جاوے گا۔ کثرت ازواج کہاں تک واقعیت پر مبنی ہے۔ امراول کے متعلق غالباً اتنا کہہ دینا ہی ناکافی نہ ہوگا۔ کہ فاطر فطرت نے مرد میں قوت فاعل اور عورت میں منفعلہ پیدا کر دی ہے۔ اور قوت منفعلہ کا یہ خاصہ ہے کہ ایک ہی وقت میں افعال متعددہ کا اثر قبول نہیں کر سکتی۔ اور اس صورت میں اس کی فطری طاقت افعال یا اثر پذیریری بائبل باطل ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے عورت کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک ہی مرد سے تعلق پیدا کرے۔ اس بات کو بالفاظ دیگر بولیں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قانون قدرت کی سب سے پہلی دفعہ یہ ہے۔ کہ ایک عورت ایک ہی مرد سے تعلق خاوند ہی پیدا کرے۔

اس فطری قانون الہی کے برخلاف ایک زمانے میں ہندوستان اندر کثرت البعول کی رسم شدد و بد کے ساتھ جاری تھی۔ یعنی ایک ہی وقت میں ایک عورت کئی کئی خاوند کر لیتی تھی۔ ہمارا بی دو پدی کی پانڈوں کے ساتھ اسی رسم کے ماتحت شادیاں ہوتی تھی۔ ڈاکٹر لیسان تمدن ہند میں تحریر فرماتے ہیں کہ پہاڑی ہندوؤں میں بایں ہمہ روشنی تہذیب بھی تک یہ رسم موجود ہے۔

اگرچہ ہمیں اس بات کا کوئی پتہ نہیں کہ یہ رسم کس زمانے میں کن اسباب سے جاری ہوئی تھی کیونکہ ہندو لوگ فن تاریخ نویسی سے بالکل نا آشنا تھے۔ زبان سنسکرت کا خزانہ تاریخی کتابوں کی دولت سے بالکل تہید است ہے۔ ممکن ہے کہ یہ رسم کسی پرانے زمانے کی پراچین تہذیب کا نشان ہو۔ اور اسی زمانے کے لوگوں نے خود اسکو راج دیا ہو۔ چونکہ ان کے حالات بالکل ظلمت میں ہیں۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ سنہا سی تھے یا انکے گھروں میں بیویں موجود تھیں پھر ایک ایک گھر میں ایک ایک بیوی تھی یا ایک ایک مرد کئی کئی بیویوں کا خاوند تھا۔ اور وہ بیویں ایک ہی خاوند پر فاعل تھیں۔ یہ رسم کثرت البعول کے ماتحت کئی کئی خاوندوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ تاریخی طور پر ان باتوں کی تردید یا تائید میں ایک لفظ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ تردید ہوگی تو صرف قوت واہمہ کی نقشبندی اور خیال آفرینی سے تائید ہوگی۔ تو محض قوت متخینہ کی جادو بیانی اور بلند پروازی دونوں صورتوں میں حقیقت کو کوئی بھگال نہ ہوگا۔ ماں اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعات کو کل بوا سبب کی عینک سے دیکھنے والا دور بین انسان ہما بھارت کو پڑھ کر اور پہاڑی ہندوؤں میں رسم کثرت البعول کے آثار دیکھ کر نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ کہ یہ رسم اپنی بزرگوں کی مقدس تہذیبات کا حصہ بنا سا پر تو ہے۔ اور انہیں کی مقدس یادگار باقی رہ گئی ہے۔ خیر یہ تو معلوم ہو گیا۔ کہ قانون قدرت کا اٹل حکم صرف یہ ہے۔ کہ ایک عورت ایک ہی مرد سے خاوندی تعلق پیدا کر سکتی ہے۔ اور اس کے مرجانے یا اس سے مذہبی اور قانونی آزادی حاصل کئے بغیر دوسرے خاوند سے تعلق نہیں پیدا کر سکتی۔ مگر مرد کی حالت اس سے بالکل برعکس ہے اس میں قوت فاعلہ موجود ہے جو کسی صورت میں بھی اس بات کی پابند نہیں کہ ایک ہی عورت کو اس سے اثر پذیر بنا کر پھر اسے معطل کر دے۔ درانچا اسکے صاحب قوت فاعلہ ایک ہی وقت میں کئی کئی عورتوں کو اثر پذیر بنا سکتا ہے۔ جب کہ یہ امر صاحب قوت فاعلہ کی حالت کو دیکھ کر شاہدے میں آسکتا ہے۔ تو ہدایتہ نتیجہ پیدا ہوتے ہیں کہ قانون نطرت کی دوسری دفعہ یہ ہے۔ کہ مرد کو اپنی قوت و ضرورت کے لحاظ سے اجازت ہے۔ کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں بھی کرے تو کوئی مانعت ہمیں ماں اس معاملے میں کامل احتیاط ضرور درکار ہے۔ اور واقعی اور حقیقی ضرورت کے بغیر اس امر کی اجازت نہیں۔ عام قانون یہی ہے کہ ایک مرد کے لئے ایک عورت ہو مگر مستثنیٰ صورتوں میں تعدد کی مانعت نہیں۔ اسی بات کو دوسرے لفظوں میں اس طرح پر بھی بیان کیا

جاسکتا ہے کہ خاطر فطرت نے عورت و مرد میں شہوت کی قوت صرف اس لئے پیدا کی ہے تاکہ یہ دنیا بقائے نسل سے آباد رہے۔ اور یہ گمشدہ انواع و اقسام کے خوشترنگ پھولوں سے ترفنازہ اور شاداب رہے۔ قوائے شہوانی کی یہ غرض اگر ایک مرد کے گھر میں کئی بیویاں بھی ہوں تو وہ فوت نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے اگر عورت کے کئی کئی خاوند ہوں تو یقینی طور پر یہ ہم جنس فوت ہو جائے گی۔ اور عورت کسی خاوند سے بھی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہے گی۔ اس لئے ثابت ہوا کہ قانون فطرت مکمل دفعت میں ایک مرد کو مخصوص حالات کے ماتحت ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت موجود ہے پس کوئی کثیرالازاد آدمی اس لحاظ سے مورد اعتراض نہیں بن سکتا۔ کہ اس نے ایک سے زیادہ بیویاں کر کے خلاف قانون قدرت کام کیا ہے۔

ایک حکیم نے عقلی طور پر نسدہ و ازدواج کو اس طرح پر ثابت کیا ہے کہ
 (۱) اللہ تعالیٰ نے مرد میں بہ نسبت عورت کے زیادہ قوت رکھی ہے اور یہ فطری زیادتی اس امر کی تقضی ہے کہ مرد کو کھپا سے زیادہ لکھ کر لینے کی اجازت دے دی جائے۔

(۲) مرد و عورت کے باہمی تعلق سے اصلی غرض بقائے نسل ہے۔ اور بقائے نسل کا یہ حال ہے کہ مرد جتنی جوڑواں کرے اتنی ہی زیادہ اولاد بھی ہو سکتی ہے اور عورت دس شوہر کر کے بھی ایک بچہ سے زیادہ جن نہیں سکتی پس عورت کو مرد سے کسی حالت میں مساوات نہیں۔ اور ہمیں سے حکمت الہی اس بات کی تقضی معلوم ہوتی ہے کہ اس نے مرد کو کئی جوڑوں کے لئے اور عورت کو ایک ہی خاوند کے واسطے پیدا کیا ہے۔

(۳) عورت جننے کے واسطے ہے۔ نہ جوانے کے واسطے اور مرد جوانے کے واسطے ہے نہ جننے کے لئے پس عورت بہت سے شوہر کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ بہت سی اولاد جننے کے لئے ہے۔ مگر مرد کئی عورتیں کرنے کے لئے مگر بچہ جننے کے واسطے نہیں۔

امردوم کے متعلق تو یہ بات صاف ظاہر ہے۔ حاجت و دلیل نہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ زمانہ سابق میں تمام قوموں اور جملہ مذہبوں میں کم و بیش رسم تعدد ازدواج جاری رہی ہے۔ قدیم اہل یونان بھی اس رسم کے پابند تھے اہل روم میں بھی تعدد ازدواج کی مانعت نہ تھی۔ افلاطون نے بھی تعدد ازدواج کے جواز میں کتابیں لکھیں۔ خود ہندوؤں میں بھی رسم کثرت سے جاری تھی۔ منو ہمارا ج تک اپنے دھرم شاستر میں تعدد ازدواج کی اجازت دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

لوصیا ۹ کا اشلوک ۱۴۹

راجہ و شرتھ کی تین رانیاں تھیں۔ کوشلیا بستر ا کی گیتی

پانڈو کی دو بیبیاں تھیں۔ کنتی۔ ماوری۔

راجشنتو کی دو بیبیاں تھیں۔ گنگا۔ ستوتی۔

پترویرج کی دو بیبیاں اور ایک لونڈی تھی۔ امبا۔ امبکا۔ امہا لکا

شری کرشن ہماراج کی سینکڑوں گویاں تھیں۔ مگر لالہ لاجپت رائے جی کو صرف آٹھ کا اقرار ہے۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو

کو پھر بھی ثابت ہے۔

ہمارا جدید مشہور رجن بھیمن۔ نکل۔ سہدیو بھی دو پدی کے سوا اور بھی رانیاں رکھتے تھے۔

بائبل کے مطالعہ سے بھی تعدد ازواج کا اثبات ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت داؤد۔ حضرت

سلیمان علیہم السلام کے گھروں میں ایک نہیں بلکہ کئی کئی بیبیاں موجود تھیں۔ تعدد ازواج نے ان بزرگوں کے تقدس میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر تعدد ازواج کی وجہ سے ظن کیا جاسکے۔

جب کہ ہر امر یا یہ قوت کو پہنچ چکا کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنا قانونِ فطرت کے مخالف نہیں۔ اور قدیم زمانے میں جملہ اقوام عالم میں ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے کا رواج موجود تھا۔ بڑے بڑے پیغمبروں نے بھی کئی کئی شادیاں کیں۔ خود ہندوؤں کے مقدس بزرگ بھی اس رسم کے پابند تھے۔ تو کثیرالازواجی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

اس رسم یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیرالازواجی حالات و اسباب کے ماتحت تھی۔

صفحات تاریخ پر نگہ ڈالنے والے اچھی طرح پر جانتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال جوانی کے عالم میں جب کہ شہوانی قوتیں اور نفسانی خواہشیں عروج پر ہوتی ہیں۔ صرف ایک ہی بی بی پر اکتفا فرمایا۔ اور اس کی زندگی تک دوسری شادی کا نام تک نہیں لیا۔ حالانکہ بی بی بھی اوصیٰ عمر کی تھی۔ پچیس برس کی عمر سے لے کر تریس سال کی عمر تک صرف ایک ہی بی بی پر اکتفا فرمانا اس امر پر دال نہیں کہ آپ کی کثیرالازواجی نفسانی خواہشوں اور شہوانی قوتوں کو فروغ دینے کے لئے نہ تھی۔ علاوہ ازیں ابتدائی ۲۵ سال نہایت پاکیزگی اور کمالِ تجرد سے بسر ہوتے ہیں۔ اور خالفتین تک کو اس عقول شباب کے زمانہ میں آپ کے کمال تقوے و ورع کا اعتراف ہے۔

کیا وہ مقدس ذات جس نے ۴۳ سالہ زندگی میں سے ابتدائی ۲۵ سال کمال تجرد سے بسر کئے ہوں۔ اور کسی قسم کا کوئی ناغ

اپنے اوپر نہ آنے دیا ہو۔ اور ربع صدی تک اس کے تجرد و تقرد پر کوئی چیز غالب نہ آسکی ہو۔ پھر اس زمانے کو نہایت

پایک زندگی و معجزہ کے ساتھ لبر کر کے ایسی خاتون کے ساتھ شادی کرے جو کہ عمر میں اس سے ۱۵ سال بڑی ہو۔ اور اس سے پہلے مختلف اوقات میں دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن چکی ہو۔ اور اس کے ساتھ اپنی عمر کا بہترین حصہ کمال محبت و دوستی کے ساتھ کاٹ دیا ہو۔ اور ۳۳ سال کی عمر تک کسی اور عورت کے ساتھ شادی کرنے کا خیال تک نہ کیا ہو۔ اور مرنے کے بعد بھی اس کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھا ہو۔ کیا ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ سے اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی اور کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اس کی تزویج کی بھی وہی وجہ تھی، جو کہ عام پرستارانِ جنس کی شادیوں میں یابی مانی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ۲۵ برس کی عمر تک کمال تجرد و تقویٰ اور تقویٰ کے ساتھ بے لوث زندگی بسر فرمانا اور پھر ۳۳ سال کی عمر تک ایک معسر بنی بی پر اکتفا فرمانا صریحی طور پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی مبارک زندگی خواہشات نفسانی اور فوائے شہوانی کے توجہ سے باہل پاک تھی۔ مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال فرما جانے کے بعد کچھ زمانہ ایسا آتا ہے کہ ازواجِ مطہرات سے حجرات آباد ہوتے ہیں۔ یہ زمانہ طبعی طور پر قویٰ شہوانی کے توجہ کا زمانہ نہیں بلکہ انحطاط کا ہے۔ ایسے عالم میں کہ قوائے شہوانی انحطاط پذیر ہوں آپ کا متعدد بیبیاں کر لینا اس بات پر ہرگز دلالت نہیں کر سکتا کہ یہ قوائے شہوانی کے جوش سے سرزد ہوا تھا۔ جوش قوائے کا زمانہ تو پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ مالی فی النساء میں حاجت مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں۔ واری بردات ہسل بن سعد بنا بریں کہنا پڑے گا کہ ان شادیوں کے خاص اسباب تھے۔ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر نکاح کئے۔ ان کی بنیاد دینی فواید اور قومی ولکی مصالح تھے۔ جن کا حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔

ام المؤمنین زینب بنت جحش اور عائشہ صدیقہ اور حفصہ کے نکاح خالص اسلامی اور دینی مصلحتوں اور حکومتوں پر مبنی تھے۔ حضرت عائشہ و حفصہ کے نکاح نے حفاظت قرآن و نشرِ احادیث اور تعلیمِ مستورات کے متعلق وہ کام کئے کہ بیان سے باہر ہیں۔ اور زینب بنت جحش کے نکاح نے تینت کے خیالی بت کو توڑ پھوڑ کر چور چور کر دیا۔ اور صدیوں کے پیہودہ رواج کی اصلاح کر دی

ام المؤمنین ام حبیبہ کا باپ ابوسفیان عمائد قریش میں سے تھا۔ اور اسی کے گھر میں قوم کا جنگی نشان بھی رہا کرتا تھا۔ جب کبھی یہ جھنڈا باہر لا کر کھڑا کر دیا جاتا تو قوم کے تمام افراد اس جھنڈے کے تلے مجتمع ہو جاتے۔ مگر اس تزویج کے بعد ابوسفیان مسلمانوں کے خلاف کہیں فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلامی جھنڈے کے تلے پناہ گزین ہو جاتا ہے

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح نے صلح اور امن اور اسلام کی اشاعت میں اچھے سے اچھے نتیجے پیدا کئے

مالا نکلاس سے پہلے نجد وائے ستر اسلامی واعظوں کو دھوکے سے قتل کر چکے تھے۔ اور ان سے کئی دفعہ نقص امن اور فتنہ و فساد کے واقعات ظاہر ہو چکے تھے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ ایک ڈاکہ زن آدمی تھا۔ مگر اس قدر ذمی اثر تھا۔ کہ قبیلہ بنی مصطلق کا ہر فرد اس کے غلبے پر مہینتا تھا۔ اور چونکہ اس کو مسلمانوں سے ایک قسم کا ولی عناد تھا۔ اس لئے حضرت جویریہ کے نکاح سے پیشتر مسلمانوں نے برخلاف ہر ایک جنگ میں اس کے قبیلے کی شرکت نظر آتی ہے مگر اس نکاح کے بعد وہ نقشہ ہی بدل جاتا ہے نہ مخاصمتیں باقی رہتی ہیں۔ اور نہ مسلمانوں کے برخلاف اس قبیلے کا کوئی فرد ہی شریک جنگ ہوتا ہے۔ اور قبیلہ کا قبیلہ قرآنی کو چھوڑ کر تمدن کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے کوئی یہودی مسلمانوں کے برخلاف کسی جنگ میں شریک نہیں ہوتا۔ مالا نکلاس نکاح سے پیشتر ہر ایک جنگ میں یہود کا تعلق پوشیدہ ہو یا ظاہر ضرور نظر آتا ہے۔ ایسے ہی وجوہات اور ایسے اعراض و مصالح تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سے زیادہ نکاح کثیرہ مجبور کیا تھا۔

مہد و فیاض نے جسے عقل سلیم عطا فرمائی ہے۔ وہ اس مقام پر بے ساختہ پکاراٹھے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا کرنا نہایت ضروری تھا۔ اور اس میں ملک و قوم اور مذہب کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اور آپ کا مقصد و نکاح کرنا انہی اسباب و فوائد کے تحت تھا۔ اور ان سے نفسانی لذت حاصل کرنا ہرگز ہرگز مقصود نہ تھا۔ نفسانی لذت حاصل کرنا تو انہی لوگوں کی شادیوں میں ہو سکتا ہے۔ جن کی الہامی کتاب اس طرح پر سامعہ فواز ہو۔ یہ پتی کی کامنا کرتی ہوئی کینا آئی ہے۔ اور پتی کی کامنا والا میں آیا ہوں۔ میں الی شرج کے ساتھ آیا ہوں جیسے ہنہناتا ہوا گھوڑا۔ اتھر وید کا نڈ ۲ سوکت ۳۰ سنتر ۵ بحوالہ اتھر وید بھاش پنڈت کھیم کرن داس آریہ کا نڈ ۱ ص ۲۴

نہ اس ذات بابرکات کے نکاح میں جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم موصول ہو۔

يا ايها النبي قل لا ذوا جلك ان كنتن تودن الحياة الدنيا ودينها فتعالين امتنعن واسرحكن سراحا
جبيلا و ان كنتن تودن الله ورسوله والدار الآخرة فان الله اعد للمحصنات منكن اجرا عظيما واذكن
ما يتلن في بيوتكن من آيات الله والحكمة

نوادرو لطائف

علامہ تفتازانی کی حکایت

علامہ تفتازانی نے مطول لکھ کر بیٹے کو پڑھائی۔ اور کہا ذرا باز آ جاؤ۔ چل پھر کر لوگوں کی باتیں سنو۔ اور دیکھو کہاں تک علم المعانی واللبیان کے اصول کے پابند ہیں۔ صاحبزادے تشریف لے گئے۔ اور آکر عرض کیا۔ حضرت اصول کی پابندی کیسی۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ علم المعانی واللبیان ہے کیا چیز۔ علامہ نے دوسرے دن سے پھر وہی کتاب شروع کرادی۔ ختم ہوئی تو پھر باز آ بھیجا صاحبزادے نے اگر عرض کیا اس مدت میں معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں میں علم المعانی واللبیان کے مسائل کا کچھ جہ چار رہا ہے۔ کچھ کچھ آشنائے معلوم ہوتے ہیں۔ ذرا ذرا پابندی اصول کی ہونے لگی ہے۔ علامہ نے کہا خوب ہماری کتاب کا کچھ اثر ہوا ہوگا۔ مگر دو چار روز کے بعد پھر وہی کتاب شروع کرادی۔ تمام ہوئی تو پھر وہی ارشاد ہوا۔ کہ اب تو جا کر دیکھو عوام کا کیا حال ہے۔ اس دفعہ صاحبزادے واپس آئے۔ تو بہت افسردہ تھے۔ علامہ نے پوچھا۔ کیوں کیا حال ہے۔ عرض کیا حضرت میں سائل و امثلہ یاد کرنے کرتے مر گیا۔ حیرت یہ ہے کہ یہ عوام کالا نام پڑھے نہ لکھے لیکن بچے سے لے کر بوڑھے تک جسے دیکھا علم المعانی واللبیان کا نام معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک کا لفظ لفظ کانٹے میں تلا اپنی جگہ پر یوں جڑا ہے۔ جیسے ہنگشتی میں نیگینہ علامہ نے نہیں کفرمایا۔ میاں وہ تو پہلے بھی ایسے ہی تھے۔ تمہاری ہی آنکھیں آج کھلی ہیں۔ اور علم کے اصول و مسائل کو اب سمجھے ہو۔

ہارون الرشید اور ابونواس شاعر کی حکایت

ایک دن ہارون الرشید بیٹھا ہوا خالصہ حبشیہ سے باتیں کر رہا تھا۔ اور کچھ ایسا مچھتا۔ کہ ابونواس آیا۔ قصیدہ پڑھا۔ مگر ہارون نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ابونواس آخر نلول ہو کر لوٹا۔ اور پلٹے پلٹے دروازہ پر

لکھ گیا۔

لقد ضاع شعری علی بابکم
کما ضاع عقد علی خالصہ

تمہارے ہاں میرے اشعار یوں رائگاں گئے۔ جیسے خالصہ پر زور جو ابھر کے ہارے۔
ہاروں رشید کی محبت دور ہوئی۔ تو دروازہ پر نظر پڑی اور ابو نواس کی یہ حرکت معلوم ہوئی۔ حکم دیا۔ پکڑ لاؤ
ابو نواس آیا تو آتے آتے ضاع کی عین کا دائرہ دونوں مصرعوں سے مٹاتا ہمزہ کی صورت پر بناتا ہوا اندر آیا۔ جانتا
تھا۔ کہ کیوں پکڑ آیا ہے۔ ہاروں رشید نے دیکھتے ہی گلو کہ ہاں یہ دروازہ پر کیا لکھا ہے۔ عرض کیا
لقد ضاع شعری علی بابکم
کما ضاع عقد علی خالصہ

میرے اشعار نے تمہارے دروازے پر وہ آبر و پائی جو زور جو ابھر کے ہاروں نے خالصہ کے گلے میں۔
ہاروں رشید کا غصہ فرو ہو گیا۔ حاضرین میں سے ایک بولا ہذا شعر قلعت عیناہ فالبحر کیا خوب
ہے۔ آنکھیں دہین، نکالی گئیں۔ اور ویدے روشن ہو گئے۔ ہاروں نکتہ پر نکتہ سن کر پھڑک اٹھا۔ اور دونوں کو
خلعت و انعام کا حکم دیا۔

قطعہ

راز مولانا حالی

حالی دل انسان میں ہے گم دولت کو نین

شرمندہ ہوں کہیں غیر کے احسان و عطائے

جب وقت پڑے دیکھ دیکھ دشتک دل پر

بھلے امرا سے نہ چپکے فقرات



سودانت زمرہ

از مولوی محمد عصمت اللہ صاحب

سودا نام تھا قبیلہ عامر بن لوی سے تھیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ سودا بنت زمر بن قیس بن عبد شمس بن معدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ مال کا نام شمس تھا۔ اور زمرہ کے خاندان بنو بخار سے تھیں۔ سلسلہ نسب اس پر ہے۔ شمس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لمید بن فراش بن عامر بن غنم بن عدی بن بخار۔ پہلے ان کا نکاح ان کے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا تھا جس سے ایک لڑکا عبدالرحمن نام پیدا ہوا تھا۔ اسلام زرقانی کی تصریح کے بموجب عبدالرحمن نے جنگ جلولایں دولت شہادت حاصل کی۔

حضرت سودا ابتدائے نبوت کے ایام ہی میں قبول اسلام کے شرف سے مشرف ہوئیں۔ ان کے ساتھ ان کے شوہر سکران بھی اسلام لے آئے۔ اس لئے ان کو قدیم الاسلام ہونے کا فخر حاصل ہے۔

جیشہ کی ہجرت اولیٰ تک حضرت سودا اور سکران مکہ معظمہ ہی میں اقامت پذیر رہے۔ مگر جب مشرکین مکہ کی ایذا رسانی حد سے گذر گئی۔ اور ظلم و ستم کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا۔ تو ہاجرین کے ایک قافلہ کے ساتھ حضرت سودا اور سکران بھی آمادہ ہجرت ہوئے۔ اور مکہ کی پیاری سرزمین کو خیر باد کہہ کر ارض جیشہ کا رخ کیا۔ جب سکران بن عمر جیشہ سے مکہ معظمہ واپس آئے۔ تو حضرت سودا بھی ان کے ساتھ تھیں۔ جیشہ سے حضرت سودا اور سکران کی واپسی اس لئے ہوئی تھی۔ کہ جیشہ میں یہ غلط افواہ پھیل گئی۔ کہ جملہ مشرکین مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس غلط افواہ کے پھیلنے ہی بعض ہاجرین نے اس بنا پر واپسی کا عزم کر لیا۔ کہ جس ظلم و ستم اور ایذا رسانی کی وجہ سے ہجرت کی تھی۔ جب کہ وہی باقی نہیں تو ترک وطن کے جیشہ میں بیٹھ رہنا بیکار رہے۔ سکران اور سودا بھی انہیں لوگوں میں تھے۔

ہمیں کچھ دنوں کے بعد سکران نے وفات پائی۔ اور سودا اور ان کا لڑکا عبدالرحمن بے ناصر و مددگار باقی رہ گئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پریشان و غمگین تھے۔ یوی کے انتقال پر خاندان کا غمگین ہونا ایک فطری امر ہے۔ اور خاندان کے نیک اور متقی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جو لوگ بدچلن اور آوارہ ہوتے ہیں۔ چونکہ انہیں اپنی بیویوں سے کوئی گہرا تعلق ہی نہیں ہوتا۔ وہ بیویوں کی موت پر آنسوؤں کے آنسو نہیں بہا سکتے۔ کیونکہ بیویوں کی موت ان کے حق میں پیغام شادمانی ہوتی ہے۔ لیکن جن کے اخلاق و عادات درست ہوتے ہیں اور جو طبعی طور پر آوارگی اور بدچلنی کے کوچے سے آشنا نہیں رکھتے۔ اگر اچھا نا انہیں ایسا مدد پیش آجائے تو ان کا مغموم ہونا ایک طبعی امر

ہے۔ راون سیتاجی کو اٹھائے جاتے ہیں۔ راجندر جی کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ اور اتر تاریخ میں استریوں کے مرنے پر بڑے بڑے رشی اور مہی بھی غم و الم کے آنسو بہاتے نظر آتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سیتاجی کی جدائی میں راجندر جی کا مزون ہونا برا تھا۔ یا دوسرے رشیوں اور مہیوں کا استریوں کے غم میں افسوس کے آنسو بہانا جائز نہ تھا۔ کوئی جی نہیں۔ جب کہ بیویوں کے انتقال پر نیک اور پارسا خاندانہ کاملوں و غموم ہو جانا ایک طبعی امر ہے۔ تو حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی نیک اور اطاعت شعار بیوی کے انتقال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غمیں ہونا بھی ویسا ہی ایک فطری امر ہے۔ آپ کے رنج و غم کو دیکھ کر خولہ بنت حکیم نے گزارش کی۔ کہ حضور کو ایک نموس و فریق کی ضرورت ہے۔ فرمایا ہاں۔ گھر بار بال بچوں کا سب انتظام خدیجہ کے ہاتھ میں تھا۔ خولہ آپ کی رضا کو معلوم کر کے سودا کے والد کے پاس گئیں۔ اور نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں محمد شریف کفو ہیں۔ مگر سودا سے استرخا کر لینا ضروری ہے۔ غرض سب مصلحے ہو گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔ سودا کے والد نے نکاح پڑھایا اور چار سو درہم ہبہ مقرر ہوا۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کو سودا سے نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سودا جوان عمر نہیں تھیں۔ دولت مند نہیں تھیں۔ بچا س سال کے لگ بھگ آپ کی عمر ہو چکی تھی۔ اور حد سے زیادہ مغلس اور ستم رسیدہ تھیں۔ اگر یہ کہو کہ یہ نکاح لڈانڈ نفسانیہ کی خاطر ہوا تھا۔ تو ایسا خیال کرنا ہی محض بے بنیاد ہے۔ کیونکہ ایک ادا میٹر عمر کی عورت کے ساتھ شادی کر لینے سے یہ مراد حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور لڈانڈ نفسانیہ کا بندہ کبھی پسند ہی نہیں کر سکتا۔ کہ ایک بڑھیا عورت کے ساتھ شادی کر کے اپنے اصلی مقصود کو تباہ و برباد کرے۔ اس کے مد نظر تو ہمیشہ ایسی ہی عورت ہونگی جس کے جسم پر بڑے بڑے بال نہ ہوں اور ایسا بھی نہ ہو کہ بالکل فارغ البال ہی ہو۔ باریک اور ملامت رونگٹے رکھتی ہو۔ چال میں ہنس اور ہتھکنی معلوم ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہاں تو ان امور میں سے کوئی بات بھی موجود نہیں تھی۔ پھر کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ یہ نکاح لڈانڈ نفسانیہ کی خاطر تھا۔ تعصب اور سٹ دھرمی تو اور چیز ہے۔ ورنہ واقعات اس خیال کی پوری پوری تکذیب کر رہے ہیں۔ باقی رہا دولت کے خیال سے نکاح کر لینا۔ سو یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ سودا کے پاس غربت و افلاس کے سوا کچھ اند و تختہ ہی موجود نہ تھا۔ پھر آخر اس نکاح کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے۔ بات صرف یہ ہے کہ غربا اور مساکین کی سرپرستی کرنا آنحضرت صلعم کی عادت میں داخل تھا۔ چنانچہ حضرت انس سے مروی ہے۔ کہ دس برس میں میں نے آپ کی اتنی خدمت نہیں کی جتنی آپ نے میری کی۔ سودا نے عورت ہونے کے باوجود آپ کے لئے بڑی بڑی سختیاں سہیں۔ گھر سے بے گھر ہوئی۔ جائیداد سے لاکھ اٹھایا اس پر طرہ یہ کہ بیوگی کا ناقابل برداشت دکھ بھی جھیلنا پڑا۔

ایسی حالت میں اس کی انک شوی کرنا نہایت ضروری تھا۔ غول کی گذارش پر آپ کو خیال آیا کہ سودا بہت دیکھا ہو رہی ہے۔ اور اس کے دکھوں کا حقیقی ازالہ اسی میں ہے۔ اور اس کے تمام نقصانات اور تکالیف کا صحیح معاوضہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس سے نکاح کر لیا جائے۔ اور اسے اپنی زوجیت میں لیکر دکھوں اور تکلیفوں سے چھڑا دیا جائے۔ چنانچہ ہمیں خیال سے آپ نے خوشی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ خاتم النبیین جیسے رحم مجھ کے لئے ایسے نکاح کی ضرورت بھی تھی۔ آپ نے بخشش نہی اور وہ بھی جلیل القدر نبی ہونے کے فرض تھا۔ کہ آپ ایسی بے بس ناچار اور مصیبت زدہ خاتون کی سرپرست فرمائیں جس نے محض غلوص سے بت پرستی سے تائب ہو کے دین خدا اختیار کیا۔ اور دین ہی کے لئے انواع و اقسام کی تکلیفیں برداشت کیں۔ طرح طرح کے دکھ سے۔ مگر راہ حق سے قدم نہیں ہٹایا۔ ماقبت میں تو جو کچھ اس کا معاوضہ ملتا وہ تو ملنا ہی تھا۔ لیکن زندگی میں بھی ایسی شجاع اور نیکدل خاتون کو ضرور کوئی قیمتی صلہ ملنا چاہئے تھا۔ اور وہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ خاتم النبیین کی بی بی بنتی اور ام المؤمنین کا معزز لقب پاتی۔

اگر حضور انور نبی بی سودا کو اپنی زوجیت میں نہ لے لیتے۔ تو انہر کوئی ناعمہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اول سودا اور طیر عمر اور بے سرو سامان تھیں۔ دوسرے وہ زمانہ ہی مسلمانوں کے لئے سخت پریشانی اور کس مہر سہی کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ رستخیز میں بھی آپ نے اپنا فرض سمجھا کہ سودا جیسی مجروح اقلب بے بس مگر ثابت قدم خاتون کو اپنی زوجیت میں لیں۔ تاکہ اس کی پورے طور پر سرپرستی ہو۔ اور مسلمانوں میں ایسی بے پناہ مستورات کی معاونت کرنے کی ایک زبردست نظیر قائم ہو جائے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی بیان ہوا ہے۔ کہ حضرت سودا نے سکران کی زندگی میں ایک خواب دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے اپنے پاؤں سودا کی گردن پر رکھ دئے۔ سودا نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا۔ تو وہ بولے کہ شاید میری موت کا زمانہ قریب ہے۔ اور تمہارا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا۔ یہ خواب حرف بچرف پورا ہوا۔

اس قسم کے خوابوں کا اتنا ناممکن نہیں ہمیشہ آتے ہی رہتے ہیں۔ اور نہ اس قسم کے خوابوں کی بنا پر کوئی اعتراض ہی وارد ہو سکتا ہے۔ جنہیں روحانیت کے کوچے سے تھوڑی بہت آشنائی حاصل ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی ہونے والے واقعہ کی قبل از وقوع استعارہ کے رنگ میں خبر دے دیتا ہے۔ اور یہ خبر دینا اس بنا پر ہوتا ہے کہ تا اس واقعہ کے ساتھ ایک گونہ قلبی تعلق پیدا ہو جائے اور منافرت باقی نہ رہے۔ عرب میں نکاح ثانی کا رواج موجود تھا۔ اور ایک طرح پر قانون قومی کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ اس رواج کے مطابق سکران جانتے تھے کہ میرے

موتے کے بعد سودا کا نکاح ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ خواب کا سننا انہیں کسی طرح پر ناگوار نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اس میں ناگوارگی کی کوئی بات بھی نہ تھی۔ بلکہ بشارت تھی۔ کہ تمہاری بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے شرف سے شرف ہوگی۔

حضرت سودا کے بھائی عبداللہ بن زمرہ کو جب اس شادی کا حال معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈال لی کہ کیا غضب ڈالید عبداللہ اس وقت تک کا فر تھے۔ اسلام لانے کے بعد انہیں اپنی اس ناشائستہ حرکت کا ہمیشہ افسوس رہا۔ حضرت سودا اور حضرت عائشہ کے نکاح کی مدت میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ تھوڑے دنوں کا آگے پچھلے بہر حال حضرت عائشہ کے نکاح سے قبل سودا سے آنحضرت صلعم کا نکاح ہو چکا تھا۔ نبوت کے تیرھویں سال جب آپ نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی۔ تو حضرت زید بن حارثہ کو مکہ بھیجا۔ کہ حضرت سودا کو لے آئیں۔ چنانچہ وہ اور حضرت فاطمہ الزہرا حضرت زید کے ہمراہ مدینہ آئیں۔

سنہ ۱۱ء میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا۔ تو حضرت سودا بھی ہمراہ تھیں۔ چونکہ باند بالا اور فریہ اندام تھیں۔ اور تیز چلنے سے معذور۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے لوگوں کے مزدلفہ سے روانہ ہونے سے پہلے ان کو چلے جانے کی اجازت دے دی تاکہ ان کو بھیڑ بھاڑ میں چلنے سے تکلیف نہ ہو۔

حضرت سودا کے اخلاق و عادات کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہی قول کافی ہے۔ ما من الناس اروع اجب الی ان اکون فی مسلہ فہا من سودۃ سودا کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے غالب میں میری روح ہوتی۔

اطاعت اور فرمانبرداری میں وہ تمام ازواج مطہرات سے ممتاز تھیں۔ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا۔ حضرت سودا نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ کبھی حج کے لئے نہ نکلیں۔ فرمایا کرتی تھیں میں نے حج کیا۔ عمرہ ادا کیا۔ اب اپنے گھر میں بیٹھی ہوں۔ جیسا خدا نے حکم دیا ہے۔

سخاوت اور فیاضی بھی ان کا خاص وصف تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ میں کچھ درہم ان کے پاس بھیجے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا درہم۔ بولیں کھجوروں کی طرح قبیلہ میں درہم بھیجے جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر سب اسی وقت تقسیم کر دئے۔

آپ طائف کی کھالیں بناتی تھیں۔ اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی۔ اسے نیک کاموں میں خرچ کیا کرتی تھیں۔ بعض کنابوں میں لکھا ہے۔ کہ جب سودا بوڑھی ہو گئیں۔ تو آنحضرت صلعم اسے طلاق دینے پر آمادہ ہوئے۔ مگر اس قسم کی تمام

روائیس باہکل بے سرو پا اور غلط ہیں۔

حضرت سودا کے متعلق کتب احادیث و تفسیر بلا لحاظ صحت میں قسم کی روایتیں منظر آتی ہیں۔

اول۔ اس ضمن میں کہ آنحضرت صلعم نے سودا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا۔

دوم یہ کہ آنحضرت صلعم نے سودا کو طلاق دے کر رجوع فرمایا۔

سوم یہ کہ سودا ہی کے دل میں خوف پیدا ہو گیا کہ مبادا آنحضرت صلعم مجھے طلاق دے دیں۔

سواول اور دوم قسم کی روایتیں ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ علامہ زر قافی انہیں مرسل کہتے ہیں۔ اور صاحب اصابع

کی بھی یہی رائے ہے۔ غرض وہ نام روایتیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارادہ طلاق یا طلاق دینے

کا بیان ہے۔ روایتاً اور درائثاً صحیح نہیں ہیں۔ ہاں تیسری قسم کی روایتیں ضرور قابل غور ہیں۔ چنانچہ سند حسن کے ساتھ

ترمذی ابن عباس سے اور ابو داؤد اور حاکم حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان سودۃ خنیثت ان یطلقھا صلے اللہ علیہ وسلم کہ سودا ہی کو ڈر پیدا ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اسے طلاق نہ دے دیں۔ عرب جیسے ملک میں جہاں طلاق کا رواج عام تھا۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس قسم کا خوف پیدا

ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ عورتیں فطرتاً کمزور اور رقیق القلب ہوا کرتی ہیں۔ بلا غور و فکر ماحول سے متاثر ہو جانا

اور اسی اثر کی بنا پر ایک عمارت کھڑی کر دینا ان کی فطرت میں داخل ہے۔ تاہم ہمیں دیکھنا ہے کہ اس روایت کی

حقیقت کیا ہے۔ کیونکہ مسلمہ کتب احادیث میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سے حضور

کی ذات اقدس پر کیا الزام آسکتا ہے۔ یہ تو کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم نے کبھی اس قسم

کا اٹنارہ کیا۔ یا کسی دوسرے شخص سے کہا ہو کہ میں طلاق دینا چاہتا ہوں۔ باقی رہا حضرت سودا کا سو ظن کہ مبادا رسول

صلعم مجھے طلاق دے دیں۔ سودا ان کے نسوانی ضعیف خلقت اور کمزور طبعی پر دال ہے۔ چونکہ آپ کو ام المومنین کا فخر حاصل

ہو چکا تھا۔ اور اس فخر کی عزت آپ محسوس کر چکی تھیں۔ اس لئے آپ کے دل میں یکایک یہ خوف گزرا کہ کہیں آنحضرت صلعم

مجھے طلاق نہ دے دیں۔ اور یہ عزت جو مجھے حاصل ہوئی ہے نہ جاتی رہے۔ اس خوف سے اگر آپ نے رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کر دیا ہو کہ حضور مجھے طلاق نہ دے دیں۔ تو کچھ بعید امر نہیں ہے۔

انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ جب ادنیٰ درجہ سے یکایک اسے کوئی عزت حاصل ہوتی ہے اور وہ سخت پریشانی اور بے

مانگی کے بعد کوئی اطمینان اور وقعت حاصل کر لیتا ہے۔ تو اسے معمولی طور پر یہ خیال ضرور آیا کرتا ہے کہ کہیں پھر وہی

کیفیت نہ ہو جائے۔ حضرت بی بی سودا ابتداء میں ایک مصیبت زدہ خاتون تھیں۔ اور آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد

بھی بڑی بڑی سختیاں اور پریشانیاں اٹھانی تھیں۔ اور اب ام المومنین کے مشرف سے مشرف ہو کر سبے ممتاز تھیں۔ اس امتیاز کو قائم رکھنے کے لئے ان کے دل میں فطرت نسوانی کے تقاضا سے ایسا خیال پیدا ہو گیا ہو۔ تو اس پر کیا اعتراض باقی رہا باری دے دینا یا اس سے دست بردار ہو جانا اس کے یہ معنی ہیں کہ میری عمر بڑھنے کی آگئی ہے۔ میں نے کچھ شوہر کی خواہش کی وجہ سے نکاح نہیں کیا تھا۔ بلکہ عرض یہ تھی میں حضور کی سرپرستی میں آ جاؤں۔ اور میرا حشر بھی طور ہی کی ازواج میں ہو۔ اور بس یہی معنی باری دینے کے ہیں۔

اگر حقیقت پر نگہ ڈالی جائے اور بات کا تکرار نہ بنایا جائے تو ساری روایت کا خلاصہ طلب صرف یہ ہے۔ کہ حضرت سودا کے دل میں از خود یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو اس حضرت صلعم ضعیفی کی وجہ سے مجھے طلاق دے دیں۔ انہوں نے اپنے اس بے بنیاد شبہ کو آنحضرت سے عرض کر کے رفع کر لیا۔ حضرت سودا کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح ترین قول ہے کہ حضرت عمر کے آخری زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

کلامِ فہیم

از مرزا فہیم بیگ صاحب

فہیم چغتائی

خاص بصیرت کے لئے

دوستگی تھی جن سے جہاں خراب ہیں وہ ہنشنیں بچھڑ گئے عہد شباب میں
افسوس! جب سے نیند ہی کمبخت اڑ گئی اک بار کچھ جھلک نظر آئی تھی خواب میں
رہ رہ کے ہول اٹھتا ہے قاصد دم کی خیر کیا جانے اتنی دیر لگی کیوں جواب میں
آنکھوں کے سامنے سے وہ نکلے چلے گئے کچھ بن پڑا نہ مجھ سے مگر اضطراب میں
بحرِ فیا میں ہم نے نہ پایا کبھی قرار مانند موجِ عمر کٹی بیچ و تاب میں

وہ کہہ گئے ہیں آج مزا آئے گا فہیم

دریا کی سپر ہوگی شبِ ماہتاب میں

مزدہ کی اپ بیتی

(۱)

اے انسان کی ظاہری حالت اور اندرونی کیفیات میں کس قدر فرق ہوتا ہے۔ دنیا کے ظاہر میں لوگ کسی سنگھ کا اڈانہ کرنے میں بہت ہی غلطی کرتے ہیں۔ یہ یقین ممکن ہے کہ ایک آدمی جس کی خوش قسمتی پر تم رشک کرتے ہو۔ وہ تم سے بہت زیادہ بدنصیب اور دکھی ہو۔ میری طرف دیکھو! مجھے ہر قسم کا دنیاوی آرام و عزت میرے ایک بہت بڑے وانی سیٹھ کی طرف سے دو سو روپے ماہوار میرے لئے مقرر ہیں۔ اس کے علاوہ ہر روز بے شمار چیزیں تحائف کے طور پر آتی رہتی ہیں۔ ہندو اخبارات کے کالم میرے ذکر اور تعریف سے لبریز ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے لیڈروں اور سادھو جاتاؤں کی گردنیں میرے سامنے تعظیم سے جھکا جاتی ہیں۔ سماج کے جلسوں اور جلوسوں میں میرے نام کے جیکارے بلند جاتے ہیں۔ غرض کہ ایک دیوی کی طرح میری عزت کی جاتی ہے۔ میں گھر سے بے گھر ہونی میرے بچے مجھ سے چھینے گئے۔ میں نے ان تمام مصائب کو بخوشی برداشت کر لیا۔ میرے چہرے پر رنج و اندھنی کی ایک ہلکی سی علامت بھی ظاہر نہ ہونے پانی رساری ہندو دنیا میں میرے عزم و استقلال کے چرچے ہونے لگے۔ ہر ایک ہندو مجھے ویدک دھرم کی سچی پرستار سمجھنے لگا۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے مجھ کو ایک دیوی کی سی عزت حاصل ہو گئی ہے۔ اب ہر روز بے شمار عہدیں میرے پاس سکوں و مسرت کی تلاش میں آتی ہیں۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ میں کس قدر دکھی کس قدر غیر مطمئن اور کس قدر بدنصیب ہوں۔ لوگ خواہ میری کتنی ہی عزت کریں لیکن میرا ضمیر ہر وقت مجھے لعنت ملامت کرتا رہتا ہے۔

بعض اوقات باتیں کرتے کرتے یکایک خاموش ہو جاتی ہوں لوگ لے میری روحانیت پر محمول کرتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں اس وقت ضمیر کی ملامت میرے لئے ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔ ایک زبردست غلطی کا احساس میری زبان پر قفل لگا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ سارا دن میں ایک ذہنی عذاب میں مبتلا رہتی ہوں جس کو الفاظ کے ذریعہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہے۔ مگر شب کی تاریکی تنہائیوں میں مجھ پر جو گزرتی ہے۔ اس کو بیان کرنے سے میری زبان یکسر عاجز ہے۔ دن کو تو میں کوشش کر کے اپنے خیالات اور زبان کو کسی حد تک قابو میں رکھتی ہوں۔ لیکن رات کے وقت یہ بات میرے لئے ناممکن ہو جاتی ہے۔ اسی لئے میں اپنی ساتھی عورتوں سے بالکل علیحدہ

سوتی ہوں۔

رات کے دس بجے کے قریب ہم سب بستر پر چلی جاتی ہیں، دوسری عورتیں تھوڑی دیر میں سو جاتی ہیں، اور اپنی جھوڑیوں اور قبوتیوں پر ماتم کرنے کے لئے جاگتی رہتی ہوں، اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ منب کی تاریکی کی وجہ میرے گناہوں کی سیما ہی ہے، اس احساس کو دور کرنے کے لئے میں آسمان پر چکنے والے چاند گروں کی طرف دیکھتی ہوں، مگر اس سے یہ احساس دور ہونے کی بجائے اور زیادہ ہو جاتا ہے، تھوڑی دیر کے لئے میں یقین کرنے لگتی ہوں کہ چاند ستاروں کی مدد اور سر دکڑ میں میرے چہرے پر پھلکاری بن کر برس رہی ہیں آخر میں آنکھیں بند کر لیتی ہوں، مگر ان تصور کی آنکھوں کو کیا کروں جن کو بند کرنا میری طاقت سے باہر ہے یہ آنکھیں مجھے ظاہری آنکھوں سے بھی زیادہ خوفناک نظر آئے دکھلاتی ہیں۔

رات کے سنائے میں جب ہر طرف سکون و سکوت کا راج ہوتا ہے، تمام کائنات محو خواب ہوتی ہے اس وقت میں بستر پر کرویوں بدلتی رہتی ہوں، میرا نرم و گداز بستر میرے لئے انگاروں کے فرش سے کم تکلیف وہ نہیں ہوتا، نیند کی دیوی ہر ایک چیز کو اپنی ٹیٹھی ٹیٹھی خواب آور لوریاں سنارک سلاہتی ہے، لیکن میں دیر تک اس نعمت سے محروم رہتی ہوں، آخر اس کو میری حالت پر رحم آجاتا ہے اور میں سو جاتی ہوں، مگر عالم خواب میں بھی بد نصیبی میرا پیچھا نہیں چھوڑتی، ہر روز ایسی خوفناک خوابیں آتی ہیں، جن کا تصور بھی عالم بیداری میں میرے لئے سولہاں روح ہوتا ہے۔

عام طور پر میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ ایک بہت ہی بد صورت اور قد آور شخص جس کا حلیہ روائتی دیوؤں سے ملتا جلتا ہوتا ہے، فضا میں سے یکایک نمودار ہو جاتا ہے، اس کے کپڑے خون سے رنگین ہوتے ہیں گلے میں بچوں کی کھوپڑیوں کی لالا ہوتی ہے، ایک ہاتھ میں خون سے لبریز پیالہ اور دوسرے میں انسانی سر ہوتا ہے، وہ نمودار ہوتے ہی ایک بہت ہی مکروہ اور ڈر دینے والا قہقہہ لگاتا ہے، اور مجھے مخاطب کر کے کہتا ہے، میں موت اور نساہی کا فر ہوں، اور تم کو میں نے بہت کوشش سے تباہی کے راستے پر ڈالا ہے، کبھی کبھی وہ چہم قہقہے لگا کر ناچنا شروع کر دیتا ہے، اس وقت پیالے میں سے خون گر کر زمین کو رنگیں کر دیتا ہے اس کے غائب ہونے کے بعد بے شمار چھوٹے چھوٹے بھتے جن کے سروں پر چوٹیاں اور ہاتھوں میں آتشیں کوڑے ہوتے ہیں، نمودار ہو کر قرض کرتے ہیں، اور لپچتے لپچتے غائب ہو جاتے ہیں، ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ خون، ہڈیوں اور انسانی سروں اور کھوپڑیوں کی بارش ہو رہی ہے، غرض کہ قریباً ہر روز ایک ایسا ہی منظر نظر آتا ہے جس کو دیکھ کر میری چیخیں نکل جاتی ہیں، اور اس کے مشا

ہی فوراً آنکھ کھل جاتی ہے پھر وہی کر ڈیں وہی آپس، وہی ذہنی اذیت حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔ آپ خور کریں کہ یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے مگر مجھے یہ سب کچھ خاموشی سے برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے دیکھ لیا۔ کہ میری ظاہری حالت اور اصل کیفیت میں کسی قدر بعدِ عظیم ہے؟

مگر آہ! یہ سب کچھ میری اعمال کا نتیجہ ہے۔ میں نے راستی اور نیکی کا راستہ چھوڑ کر گس لہی لٹی بھول چھلیوں میں اپنے تئیں گم کر دیا۔ آہ میں اسلام کی آغوشِ رحمت سے نکل کر کف کے رجال میں پھنس گئی، میں پہلے مسلمان تھی، اس کے بعد مرتد ہو گئی۔ اب بھی اسلام کو سچا اور سب سے اچھا مذہب سمجھتی ہوں، باوجود اس کے میں تو اس کو چھوڑ رکھا ہے، اسی لئے میرا ضمیر مجھ پر اذیت ملامت کرتا رہتا ہے، ذہنی تکلیف اور خوفناک خوابوں کی وجہ سے یہی ہے، میں گنہگاروں، مرتدوں میں نے ایک نہایت ہی ذلیل فعل کیا ہے۔ آپ کا حق ہے کہ مجھ کو نفرت و حقارت سے دیکھیں، اور لغتیں بھجیں، مگر اسے اسلام کے خوش نصیب فرزند و امیری آپ ہی ضرور سن لینا۔ جو دردناک ہونے کے علاوہ عبرت انگیز اور سبق آموز بھی ہے۔

(۲)

میں اپنا وطن اور خاندان نہیں بتاؤں گی۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی یقین دلاتی ہوں کہ کسی قسم کی غلط بیانی ہرگز نہیں کروں گی۔ میرا سب سے بڑا گناہ ارتداد ہے۔ وہ میں نے خود ہی بیان کر دیا تو کیا ضرورت ہے کہ دوسری باتوں کو چھپاؤں۔

میں صوبہ یوپی کے ایک مشہور اور قدیم نصیب کی رہنے والی ہوں۔ ایک دیندار خاندان کی فرد اور ایک لٹری کی لڑکی ہوں۔ میرا خاندان گودنوی لجاٹ سے کوئی نمایاں حیثیت نہیں رکھتا لیکن شرف اور دینداری کی وجہ سے اپنے علاقہ میں نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مگر آہ اب تو میرے ارتداد کی وجہ سے بہت ذلیل ہو گیا ہوگا، اسلامی تعلیمات سے بھڑکی و اٹھنے والی، قرآن شریف با ترجمہ پڑھا ہے اردو اور فارسی دونوں زبانوں پر پورا عبور حاصل ہے میرے مضامین اور لکڑیں آہ وہ مضامین اور نقلیں جو ہیں اپنی ضمیر کے خلاف اسلام کی مخالفت میں لکھتی ہوں آپ نے اجازت میں دیکھی ہوں گی چونکہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے، اس لئے میں اپنی داستان گمراہی کو نہایت مختصراً سے بیان کرتی ہوں۔

میرا بچپن اور لڑکپن عام مسلمانوں لڑکیوں کی طرح ہی گذرا فرق صرف اس قدر تھا کہ مسلمان گھرانوں میں عموماً لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بہت کم توجہ دیا جاتا ہے مگر میری والدہ کا اس کا بہت خیال تھا وہ مجھ کو میری چھٹی سنی سن کو نہایت جلد و محنت سے خود پڑھاتے

تھے میری عمر سولہ سال کے قریب ہو گی۔ کہ والدین کو میری شادی کی فکر ہوئی یہیں اس وقت بالغ تھی۔ ایک حد تک اپنا نفع نقصان سوچ سکتی تھی۔ میرے سینے میں ایک نوجوان لڑکی کا دل تھا۔ اس دل میں کچھ تمنائیں بھی تھیں مگر کے تمام بزرگ ہر روز راز دارانہ انداز میں میرے رشتہ کے متعلق گفتگو کرتے۔ مگر مجھے اس کی مطلق خبر نہ تھی۔ ہمیں لکھنا کہ ایک دیندار اور پابند شریعت گھرانہ ہے۔ اسلام نے عورت کو اپنے شریک زندگی کے انتخاب میں بہت سے حقوق دیئے ہیں۔ مگر میرے بزرگوں نے میرے ان حقوق کی مطلق پرواہ نہ کی۔ تاہم میں بالکل مطمئن تھی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرا شوہر تجویز کرتے وقت قرعہ انتخاب میرے ماموں کے لڑکے کے نام پر پڑے گا۔ ہم دونوں ہم عمر ہونے کے علاوہ ایک دوسرے سے بہت مانوس تھے۔ سب سے زیادہ یہ کہ میری والدہ اور محانی میں برسوں پہلے قول و قرار ہو چکے تھے لڑکا کا بھی ہر طرح سے میرے والدین کے معیار کے مطابق تھا۔ لیکن میں کچھ سوچ رہی تھی۔ اور ہوا کچھ ابھی معاملہ بزرگوں کے زیر غور تھا کہ کسی معمولی بات پر میرے والد اور ماموں کی آپس میں کچھ کشیدگی ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری نسبت ماموں کے لڑکے کی بچائے ایک اور لڑکے سے قرار پار گئی۔ اس کی خبر مجھے نکاح سے چند یوم ہی پیشتر ہوئی۔ ایک جوان لڑکی کے احساسات سے جو لوگ واقف ہیں۔ وہ بوجہ فی اذکارہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر کیا گذری ہو گی۔ مگر میں نے اس کو نہایت خاموشی سے برداشت کیا۔ اب وہ شخص جس کو میں اپنا مستراح اپنا رینق زندگی سمجھے ہوئی تھی میرے لئے معافین بن گیا۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ جس روز مجھے والدین کے فیصلہ کی خبر ہوئی اس کے بعد آج تک میں نے اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔

(۳)

شادی ہو گئی میں میکے سے رخصت ہو کر سہ ماہی پہنچی۔ اور چند روز بعد اپنے شوہر کے ہمراہ ایک دور دراز مقام پر جہاں وہ سرکاری ملازم تھے چلی گئی۔ یہ آج سے قریباً آٹھ سال پہلے کا ذکر ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ میں اس دنیا میں سب سے زیادہ گنہگار عورت ہوں اس زندگی کا اور آخرت میں جو سزا مجھے ملے۔ کم ہو مگر یقین جتنے کہ میں نے اپنے شوہر کو ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کی۔ ان کے ہر حکم کو مانا۔ ہر قسم کی خدمت کی ان کے گھر میں فتنے کاٹنے طرح طرح کی کلیفیں اٹھائیں۔ ظلم سہے اور افسانہ کی میں خود سب سے بری ہوں۔ مگر اس حقیقت کے اظہار کے لئے معافی چاہتی ہوں کہ میرے شوہر بالکل معمولی پڑھے ہوئے اور بہت سخت طبیعت کے آدمی تھے۔ ذرا سی بات پر طیش میں آ جانا یا کسی نئی حقیقت تک پر دوسرے کو مار مار کر زخمی کر دینا ان کے لئے بالکل معمولی بات تھی۔ اس کے علاوہ انہیں شراب خوری اور زنا بازی کی عادت بھی تھی۔ میرا سارا زور ان کی ان عادات کی نذر ہو گیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ وہ یہ عادات ترک کر دیں۔ لیکن کلیفیں نہ ہو سکی۔ میں قریباً ہر ہفتہ بیٹی۔ وہ سرکاری ملازم تھے۔ جب

اپنے اضرول کے ساتھ دورے پر جلتے تو مجھے مکان میں مقفل کر جاتے۔ پردیس میں میرا کوئی بہن بھائی نہ تھا تاہم میں نے ان کی اصلاح کی امید پر ان تمام مصائب کو صبر و شکر سے برداشت کیا جتنی کہ اپنے والدین کو بھی خبر نہ ہونے دی۔ خدا نے مجھے دو بچے بھی دے دیئے جو ان حالات میں میرے لئے اطمینان و مسرت کا واحد ذریعہ تھے۔

اسی طرح چھ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے درپے درپے یاوسیوں اور ناکامیوں کی وجہ سے میں ان کی اصلاح سے ناامید ہو گئی۔ ان کا طرز عمل روز بروز ناقابل برداشت ہوتا گیا بچوں کے ساتھ بھی وہ ظالمانہ سلوک کرتے تھے ایک ماں کے لئے یہ بات موت سے بھی زیادہ تلخ ہے مگر میرے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ چیز میرے اور ان کے عادات کا فرق تھا۔ فطرت انسانی سے واقف اصحاب ہی اسے بخوبی سمجھ سکتے ہیں، آخر میں نے اپنے والدین کو اطلاع دے دی۔ انہوں نے ان کو سمجھانے کی ہر چند کوشش کی، مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ فتنہ حالات یہاں تک خراب ہو گئے کہ قطع تعلق کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ مگر اس میں خاندان کی بند باندھی تھی، والدین اس کا خیال بھی نہ لاسکتے تھے، انہوں نے مجھے صاف طور پر کہہ دیا کہ اب جس طرح سے ہو سکے گذارہ کرو۔ مگر میرے لئے اب یہ ممکن نہ تھا، آخر میں نے کافی سوچ بچار کے بعد والدین کی رائے کے خلاف قطع تعلق کا فیصلہ کر ہی لیا، اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا ہے مگر آج ہندوستان میں مسلمان عورت سے یہ حق چھین لیا گیا ہے، اگر شوہر راضی نہ ہو تو مصیبت زدہ عورت کے لئے علیحدگی کا واحد ذریعہ ارتداد ہی ہے بے شک ہر ایک مسلمان مرد عورت کو آخری دم تک اسلام پر قائم رہنا چاہئے۔ اور تمام مصائب کو بخندہ پیشانی برداشت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر میاں بیوی کا نباہ نہ ہو سکے، تو بیوی طلع کر سکتی ہے، میں نے تمام نشیب و فراز پر جوڑیا مگر موجودہ رسم و رواج اور قانون کی موجودگی میں مسلمان بستے ہوئے میرے لئے ان مصائب سے رہائی حاصل کرنا ناممکن تھا، میری تمام مصیبتوں کا حل صرف ارتداد ہی تھا، آخر میں نے اسی کے ذریعہ رہائی حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میری اس بے بسی اور سنے والے مجھ پر یقینی طور پر لعنت بھیجیں گے، گمراہ مجھے خدا را بتلائے کہ اس کے علاوہ میں اور کیا کرتی؟

یہ خوفناک اور ایسا سوزا ارادہ کرنے کے بعد میں اس کی تکمیل کے ذریعہ کی تلاش میں مصروف ہو گئی۔ یہیں نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ ارتداد کے چند ماہ بعد میں پھر اسلام قبول کر لوں گی، ارتداد کے ارادہ کے بعد میں نے کیا کچھ کیا؟ یہ بیان کرنا طوالت کا باعث ہو گا۔ قریب کے مکان کے آریہ سماجی بابو کی بیوی سے ملاقات اس کی ترغیب اس کے شوہر کے ذریعہ مقامی آریہ سماج کے سکریٹری سے نام دیا گیا، پہلے بڑے سماجی لیڈر کا میرے پاس پہنچنا۔

آخر ایک رات میرا بچوں سمیت چکے سے گھر سے نکلنا اور سماجی اسپیکٹر پوسٹ کی مدد سے قریب کے گاؤں میں پہنچایا جانا۔ پھر ایک رات چکے سے ریل پر سوار ہو کر سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے ایک بہت بڑے شہر میں اسی سماجی لیڈر کے پاس پہنچایا۔ ہم غیر ضروری باتیں ہیں، مختصر یہ کہیں گھر سے نکلی اور ایک مشہور اور فہم دار سماجی لیڈر کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے چند روز بعد میری اشدھی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔

(باقی)

(بقیہ صفحہ ۵۶)

وقت منگوا کر جمع کر لیں۔ اردو کتب کی قیمت تیس روپیہ فی ہزار (ایک روپیہ کی پکیس) اور انگریزی، ہندی اور گورکھی کتب کی قیمت پالیس روپیہ فی ہزار (ایک روپیہ کی پکیس) مقرر کی گئی ہے۔ محصول ڈاک اس کے علاوہ ہوگا۔ اردو تقاریر سمیت چھپ کر بالکل تیار ہیں۔ انگریزی کتب چھپنے کے لئے پریس میں جا رہی ہیں۔ ہندی اور گورکھی زبانوں میں تراجم کرانے جا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری صوبہ جاتی تراجم کا جو مختلف صوبوں میں چھپیں گے۔ بعد میں اعلان کر دیا جائے گا۔

ہمیں امید ہے کہ فرض شناس اور با احسان مسلمان اس تحریک کی اہمیت کا احساس کریں گے اور ہر ایک اسلامی شہر میں مجوزہ پروگرام کی تکمیل کے لئے اس قدر گرم چوشی سے کام کریں گے کہ آئندہ یوم "الذبیحہ" پر اس کا مناسک کی ایک ایک آبادی بنی آخرا زمان کے نام اور کام کی عظمت سے کو بیخ اٹھے گی۔

خط و کتابت کا پتہ: قاضی عبدالحمید قریشی، پٹی، ضلع لاہور (پنجاب)

ظُلُّ السُّلْطَانِ كَمَا تَمَّتْ

اگر آپ فردوس آیشیان علیا حضرت سرکار عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال نور ائمہ مرقدہ کے حالات زندگی اور ان کے عظیم الشان ملکی و ملی کارناموں سے پوری واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ ظُلُّ السُّلْطَانِ کا مخصوص نامی نمبر منگائے جو در حاضرہ کی اس سبسٹے بڑی خاتون کی یادگار ہیں، اخیراً جون کا شائع ہوا ہے جس میں آپ کی مبسوط سوانح اور آپ کے محاسن اخلاق اور خصوصیات پر تبصرے ممل گئے۔ اور بلند پایہ مضمون نگاروں کے خیالات اور تاثرات ممل ہوں گے جو فردوس آیشیان سرکار عالیہ کی وفات پر پندرہ سو سال سے قبل ترقی یافتہ ممالک میں پانچ سو سال سے ظُلُّ السُّلْطَانِ بھوپال

یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فرزندان اسلام کو دعوت عام

رقاضی عبدالحمید قریشی، پیڑھی راضیہ، لاہور

بر اور ان ملت ہا آپ کو معلوم ہے کہ عرصہ دراز سے اسلام کے مذہبی اور سیاسی اقتدار پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں، ایک طرف غیر مسلم دنیا میں اسلام اور پیس اسلام کو برسے برس لباس میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ بدگمانی بڑھے اور خلق خدا کے دلوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تصدیق کا دروازہ بند ہو۔ دوسری طرف اسلامی دنیا میں ملحدانہ اور نفاق انگیز عقائد و خیالات پھیلانے جا رہے ہیں تاکہ فرزندان اسلام کے اذنان میں تفریق و تزلزل رونما ہو اور وہ احساس وحدت اور روح اسلام جس سے مسلمان دنیا کی ایک غالب قوت بن سکتے ہیں، رمت چلے

یہ دو گونہ کوششیں وہ ہیں جن سے ہر جگہ دین خداوندی کو پامال اور گونسا کیا جا رہا ہے۔ اب اس امر پر غور فرماتے کہ اپنے مذہب کے متعلق ان کی جدوجہد کا حال کیسا ہے۔ عیسائیت اگرچہ تبلیغی مذہب نہیں ہے تاہم دنیا کی ۹۰٪ زبانوں میں سے ۸۵٪ زبانوں میں اس وقت تک انجیل کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور ان ترجموں کی اشاعت کا یہ حال ہے کہ انگلستان کی صرف ایک تبلیغی ایجنٹ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی کوشش سے انجیل کے ۴۸ کورسے دنیا میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

اب عالمگیر مذہب کے پیروؤں کی حالت دیکھئے ہمارے مقدس دین کی نسبتاً دو چیزیں ہیں۔ قرآن اور حدیث۔ لہذا ان دونوں کی تعلیم کی ضرورت کے باوجود ابھی تک قرآن پاک کے تراجم ۲۱ سے زیادہ زبانوں میں نہیں ہوئے اور ان میں بھی پندرہ یا سولہ زبانوں کے تراجم وہ محرف اور غیر صحیح تراجم ہیں۔ جو عیسائی مشنریوں نے کئے۔ باقی تراجم مسلمانوں کی کوشش کا نتیجہ ہیں لیکن حدیث کی اشاعت پر تو اس قدر توجہ نہیں کی گئی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا ایک دفعہ نور کی جھلک دیکھنے کے بعد اسلام کے متعلق از سر نو غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کے ظلمات میں

ذوب گئی ہے۔

تبلیغی مظاہرہ کی ضرورت

برادران ملت اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اور حضور رحمتہ للعالمین کی خاص قوم یا ملک کے رہنا نہ تھے۔ بلکہ تمام کائنات انسانی کے رہنا تھے۔ اس لحاظ سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اسلاف کرام کی طرح اسباب و حالات زمانہ کے مطابق موثر اور مقبول ذرائع تبلیغ سے کام لے کر بلغوا یعنی کے حکم پاک کی تعمیل کریں اور سمجھیں کہ ایسی حالت میں جبکہ حمل و نقل اور طباعت و اشاعت کی سہولتوں نے تمام کائنات کو ایک لیکچر ہال کا قائم مقام بنا دیا ہے اور دنیا کے ہر چار آدمیوں میں سے ایک مسلمان ہے۔ یہ چیز ہمارے اسلامی شرف و وقار کے لئے کس درجہ قابل ملامت ہے کہ دنیا اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق یدگمانیوں اور غلط فہمیوں سے معمور ہو۔ اور ہم اصل حقیقت تک کو واضح نہ کر سکیں۔

وقت آ گیا ہے کہ ہم امت کی تمام طاقتوں سے کام لے کر دنیا میں ایک عالمگیر تبلیغی مظاہرے کا انتظام کریں۔ یہ مظاہرہ ہر سال "یوم النبی" کے نام سے تمام دنیا میں ایک ہی دن ہوا کرے۔ ہم ہر یوم النبی پر نہایت ہی صحیح روایات کی روشنی میں ایک "تقریر سیرت" لکھیں اور تمام اسلامی ممالک اور دردمند مسلمانوں کی امداد سے دنیا بھر کی زبانوں میں اس کے تراجم کرائیں۔ پھر دنیائے اسلام کے اخبارات اور اسلام کے فرزند جو خدا کے فضل سے زمین کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مل کر کوشش کریں کہ دنیا کی ایک ایک آبادی میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے متحدہ جلسے ہوں۔ ان جلسوں میں مقررہ تقریر سیرت سنائی جائے۔ اور اس کے مقامی تراجم کو اس وسعت و کثرت و سمقت تقسیم کیا جائے کہ کائنات عالم کی اکثریت تک ہادی عالم کی سیرت کا پیغام پہنچ جائے۔

فوائد

یہ تحریک نہ صرف اسلامی بلکہ بین الاقوامی نقطہ نظر سے بہت مفید ہوگی اس سبب مسلمانوں میں خالص دین کا احیاء ہوگا۔ امت کی اندرونی اصلاح کے کام میں مدد ملے گی۔ اتحاد اسلام کی تحریک کو بیش از پیش فائدہ پہنچے گا۔ اس سے دنیا میں اسلام کی وحدت اور بین الاقوامی حیثیت نمایاں ہوگی۔ اسلام کی صحیح تعلیم اور سیرت نبوی کی صحیح تصدیق و قبول کے سلسلے آجائے گی اور ان میں مطالعہ اسلام کا شوق پیدا ہوگا۔ دنیا میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق جو بدگمانیاں پھیل رہی ہیں۔ دور ہو جائیں گی۔ اشاعت اسلام کے کام میں مدد ملے گی۔ انسان کی فطرت مادہ پرستی کے دباؤ سے آزاد ہوگی۔ اور اس پر عالمگیر مساوات و رواداری اور اخلاق و روحانیت کے دروازے کھلیں گے۔

قوموں اور مذہبوں کا موجودہ نفاق گھٹ جائے گا۔ اور زمین کے ہر گوشے میں انسان انسان پر وطنی آزادی اور بین الاقوامی محبت کے دروازے کھل جائیں گے۔

دن کونسا ہو؟

اب رہا یہ سوال کہ ان مظاہروں کی تاریخ کیا ہو؟ ہر سال ایک نئی تاریخ کو دنیا بھر میں مقبول بنانا مشکل ہوگا۔ دن خواہ کونی ہو بین الاقوامی نقطہ نظر سے اس کی اہمیت بہت واضح اور مسلمہ ہونی چاہئے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ تاریخی اعتبار سے اس دن کے اندر غیر مسلم دنیا کے لئے قبول و اہتمام کا کوئی سبب موجود ہو۔ اس معیار پر صرف پہلے بیچ الاول کا دن پورا اترتا ہے۔ پہلے بیچ الاول حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہی کا دن نہیں، بلکہ حضور کی بعثت کا دن بھی ہے۔ رہا الفاظ دیگر اسلام کی تبلیغ کا پہلا دن بھی یہی ہے۔ اور امت مسلمہ کی پیدائش کا پہلا دن بھی یہی ہے اسی دن سنت اللہ نے زمین پر اسلام کی بنیاد رکھی تھی۔ اور اسی دن سنت رسول اللہ نے اپنے مقدس مشن کو شروع فرمایا تھا۔ اگر مسلمانان عالم اس دن ایک عالمگیر تبلیغی مظاہرے کا انتظام کریں گے۔ تو یہ مظاہرہ صرف امت اور آقائے امت کی پیدائش کی یادگار ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ اللہ اور اس کے مقدس رسول کی مشترکہ سنت کا اتباع بھی ہوگا۔

دنیا کے اسلام سے گزارش

گذشتہ سال ہندوستان میں اس تحریک کا پہلا قدم اٹھ چکا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تمام کائنات کو اس تحریک میں شامل کیا جائے۔ اس غرض کے لئے ہم تمام دنیا کے اسلام کے اخباروں اور اسلامی انجمنوں سے پر زور استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے ملک اور حلقہ اثر میں مجوزہ پروگرام کی تکمیل کی کوشش کریں اگر کسی آبادی میں دو فرزند ان اسلام بھی موجود ہوں تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی آبادی میں یوم النبی کے جلسوں کے انعقاد اور مقامی زبانوں میں تقریریں سیرت کے ترجمہ اشاعت اور مفت تقسیم کا انتظام کریں اور اپنے اپنے ملک اور حلقہ عمل کے متعلق عربی، اردو، انگریزی، فارسی زبانوں میں حسب ذیل معلومات بھیج کر ہماری رہنمائی فرمائیں:

۱۔ ملک کی مقامی زبانوں کے نام

۲۔ ملک کی اسلامی انجمنوں اور ان کے عہدہ داروں کے مفصل پتے۔

۳۔ مشہور اسلامی اخبارات کے مکمل ایڈریس۔

۴۔ ملک کے ممتاز علماء و اکابر اور مصنفین کے مفصل پتے وغیرہ

آئندہ یوم النبی کی اردو انگریزی زبان کی تقریریں تیار ہیں۔ ہندوستان اور دوسرے ملک میں جو بھائی بھائی

زبانوں میں اس تقریر کے ترجمہ و اشاعت کا انتظام چاہتے ہیں کہ وہ تقریر نذکور کو ہم سے مفت حاصل فرما سکتے ہیں

مسلمانان ہندوستان سے گزارش

گذشتہ یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام آپ صاحبان کے سامنے سے ملک کے طول و عرض میں ہزار ہا جلسے ہوئے ایک تقریر سیرت چھپی ملک کی پندرہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا اور تمام تراجم کی وضاحتیں لاکھ کاپیاں مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مفت تقسیم کی گئیں یہ منظم اور عظیم کوشش جو گذشتہ سال سیرت پاک کی اشاعت کے لئے عمل میں آئی تاریخ ہند میں اپنی مثال نہیں رکھتی۔

گذشتہ سال یہ تحریک صرف ہندوستان تک محدود تھی۔ اس مرتبہ دُنیا بھر کے اسلامی اجازوں اور انجمنوں کو بھی اس میں شامل ہونے کی دعوت بھیج دی گئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام کائنات میں ایک ن ایسا پیدا کیا جائے جو خالصتاً اسوہ رسول کی اشاعت کے لئے وقف ہو۔ اس دن پوری امت مسلمہ کو اخلاق نبوی کی تبلیغ اور تقریر سیرت کی اشاعت اور نفع تقسیم کے سوا کوئی کام نہ ہو جب ۱۲ ربیع الاول کا آفتاب طلوع ہو تو ہر شہر کے فرزند ان امت اسوہ حسنہ نبوی کی تبلیغ میں مصروف نظر آئیں مسلم نوجوانوں کے ہاتھوں میں ہر زبان کی تقریر سیرت کے بڈل بچھے ہوں۔ اور وہ انہیں سکولوں، کالجوں، پاٹے سٹالوں، مسجدوں، ہندروں، سڑکوں، بازاروں، ریل گاڑیوں، دفتروں، جازوں میں اس وسعت و کثرت سے مفت تقسیم کریں کہ یہ تمام جگت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق والواری سے جگمگاتے

اس وقت ہمارے پاس کام کے صرف دو مہینے ہیں اور دو کام ہیں۔ ایک یہ کہ کچھلے سال کی طرح آئندہ یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سیرت کی ایک ایک کاپی ہم سے منگوالی جائے۔ اور دوسری زبانوں میں اس کے ترجمہ، اشاعت اور مفت تقسیم کا انتظام کیا جائے دوسرے یہ کہ ہر علاقے میں اعلانوں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کی تیاری شروع کر دی جائے۔ ہر ایک شہر کے مسلم معززین کا فرض ہے کہ وہ اپنے شہر اور گرد و نواح کی آبادی کا اندازہ کر کے اس کے مطابق سیرت کی کتابیں دفتر اشاعت سیرت پٹی ضلع لاہور سے قبلانہ

حالت بعد الموت

موت کو بعد جو کچھ انسان کی حالت ہوتی ہے وہ حقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہی دنیا کی زندگی کی حالتیں زیادہ معاف سے کھل جاتی ہیں۔ جو کچھ انسان کو عقاید اور اعمال کی کیفیت صالح یا غیر صالح ہوتی ہے وہ اس جہاں میں مغنی طور پر اس کے اندر رہتا ہے۔ اور اس کا تزییناتی یا زینتی لپک چھپی ہوئی تاثر انسانانی وجود پر ڈالتا ہے بلکہ اسے ملالے جہان میں ایسا نہیں سہکا۔ بلکہ وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھائیں گی اس کا نمونہ عالم خواب میں پایا جاتا ہے۔ کہ انسان کے بدن پر جس قسم کے مواد غالب ہوتے ہیں۔ عالم خواب میں اسی قسم کی جہانی حالتیں نظر آتی ہیں۔ جب کوئی تیز تر چڑھنے کو ہوتا ہے۔ تو خواب میں اکثر آگ اور آگ کے شعلے نظر آتے ہیں اور بلندی تپوں اور بریزش اور زکام کے غلبے میں اپنی پانی میں دیکھتا ہو غرض جس طرح کی بیماریوں کیلئے بدن بچتی رہی کی ہو۔ وہ کیفیتیں تشبیل کے طور پر خواب میں نظر آ جاتی ہیں۔ پس خواب کے سلسلہ پر غور کرنے سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ عالم ثانی میں بھی یہی سنت اللہ ہے۔ کیونکہ جس طرح خواب ہم میں ایک خاص تبدیلی پیدا کر کے روحانیات کو جسمانی طور پر تبدیل کر کے دکھاتا ہے اس عالم میں بھی یہی ہوگا۔ اور اس دن سہلے اعمال اور اعمال کے نتائج جسمانی طور پر ظاہر ہونگے اور جو کچھ ہم اس عالم سے مغنی طور پر سناہے لیجا میں گئے وہ سب اس دن ہمارے چہرہ پر نمودار نظر آئے گا۔ اور جیسا کہ انسان جو کچھ خواب میں طرح طرح کے تشکلات دیکھتا ہے۔ اور کبھی کبھی نہیں کرتا کہ یہ تشکلات ہیں بلکہ انہیں واقعی چیزیں مانتے ہیں۔ ایسا ہی اس عالم میں ہوگا۔ بلکہ خدا تشکلات کی ذریعہ اپنی قدرت دکھائیگا۔ چونکہ وہ قدرت کامل ہے۔ پس اگر ہم تشکلات کا نام بھی نہ لیں اور یہ کہیں کہ خدا کی قدرت سودہ ایک نئی پیدائش ہے تو یہ تقریر بہت درست اور واقعی اور صحیح ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ فلا تعدل نفس ما اخطى لہ من قرة اعین یعنی کوئی نفس نیکی کر نیوالا نہیں جانتا۔ کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں۔ جو اس کے لئے مخفی ہیں۔ سو خدا نے ان تمام نعمتوں کو مخفی قرار دیا۔ جن کا دنیا کی نعمتوں میں نمونہ نہیں یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم پر مخفی نہیں ہیں۔ اور ہم دودھ اور لہا اور دال اور گورد وغیرہ کو جانتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہ چیزیں کھاتے ہیں سو اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اور ہیں۔ اور ان کو ان چیزوں سے صرف نام کا اشتراک ہو پس جس نے بہشت کو دنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا۔ اس نے قرآن شریف کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا۔ اس آیت کی شرح میں جو ابھی میں نے ذکر کیا ہے۔ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بہشت اور اس کی نعمتیں وہ چیزیں ہیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ دونوں میں کبھی گذریں۔ حالانکہ ہم دنیا کی نعمتوں کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور کانوں سے سنتے ہیں اور دل میں بھی وہ نعمتیں گذرتی ہیں پس جبکہ خدا اور رسول اس کا ان چیزوں کو ایک زالی چیزیں بتلاتا ہے تو ہم قرآن سے دور جا پڑتے ہیں۔ اگر یہ گمان کریں کہ بہشت میں بھی دنیا کا ہی دودھ ہوگا۔ اور گایوں اور بھینسوں سے دیا جاتا ہے۔ اور دودھ دین والے جانوروں کے دہاں ریوڑ کے ریوڑ موجود ہونگے۔ اور درختوں پر شہد کی کھبیوں نے بہت سے چھتے لگائے ہونگے اور شہد تلاش کر کے وہ شہد

تکالیں گے۔ اور نبردوں میں ڈالیں گے۔ کیا ایسے خیالات اس تعلیم سے کچھ مناسبت رکھتی ہیں جس میں یہ آیتیں موجود ہیں کہ دنیا نے ان چیزوں کو کبھی نہیں دیکھا۔ اور وہ چیزیں روح کو روشن کرتی ہیں۔ اور وہ لکی معرفت برصاتی ہیں مادہ روحانی غذائیں ہیں۔ گو ان غفلوں کا تمام پیشہ جہانی رنگ پڑنا ہر کیا گیا ہے مگر ساتھ ساتھ بتایا گیا ہے کہ ان کا سر شہرہ روح اور راستی ہے کوئی یہ ایمان نہ کرے کہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سوریہ پایا جاتا ہے کہ جو جو نعمتیں مشیت میں مری جانگی ان نعمتوں کو دیکھ کہ ہشتی لوگ ان کو شناخت کر لیں گے یہی نعمتیں ہمیں پہلے بھی ملی تھیں جیسا کہ اندھ جل شانہ فرماتا ہے۔ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رَدُّوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ رَدُّوا قَالُوا هَذَا الَّذِي رَزَقْنَا مِنْ قَبْلُ ذَا تَأْوِيلِهِ مُتَشَابِهًا بَعًا لِمَا بَانَ لِلْغَافِلِينَ اے اللہ! ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کر کے نکلے ہیں جن میں ذرہ فساد نہیں ان کو خوشخبری دے کہ وہ اس مشیت کے وارث ہیں جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں جب وہ عالم آخرت میں ان درختوں کے ان پھلوں میں بخود دنیا کی زندگی میں ہی ان کو مل چکے ہوں گے تو کہیں گے کہ یہ تو وہ پھل ہیں جو پہلے دے گئے تھے کہیں کہ وہ ان پہلے پھلوں سے مشابہت نہیں گے اب یہ ایمان کہ پہلے پھلوں سے مراد دنیا کی جسمانی نعمتیں ہیں۔ بالکل غلطی ہے اور آیت کے بدیہی معنی اور انکو منطوق کو بالکل برخلاف ہے بلکہ اندھ جل شانہ اس آیت میں یہ فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک بہشت بنا لی ہے جس کے درخت ایمان اور جس کی نہریں اعمال صالحہ ہیں۔ اسی بہشت کا وہ آئندہ بھی پھل کھائیں گے۔ اور وہ پھل زیادہ نمایاں اور شیریں ہوگا۔ اور چونکہ وہ روحانی طور پر اسی پھل کو دنیا میں کھا چکے ہوں گے۔ اس لئے دوسری دنیا میں اس پھل کو پہچان لیں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل معلوم ہوتے ہیں۔ کہ جو پہلے ہم نے کھائے ہیں آپکے ہیں۔ اور اس پھل کو اس پہلی خاک سے شناخت نہیں گے۔ سو یہ آیت صحیح تبارہی ہے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کی محبت اور پیار کی غذا کھاتے تھے اب جسمانی شکل پر وہی غذا ان کو ملے گی اور چونکہ وہ پریت اور محبت کا مزہ چکھ چکے تھے۔ اور اس کیفیت سے آگاہ تھے اس لئے ان کی روح کو وہ زمانہ یاد آ جائیگا کہ جب وہ گوشوں اور خلوتوں میں اور رات کے اندھیروں میں محبت کیساتھ اپنے محبوب حقیقی کو یاد کرتے اور اس یاد سے لذت اٹھاتے تھے۔ غرض اس گلہ جہانی غذاؤں کا کچھ ذکر نہیں اور اگر کسی دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ جبکہ روحانی طور پر عارفوں کو یہ غذا دنیا میں مل چکی تھی تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی نعمتیں ہیں کہ نہ دنیا میں کسی نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کے دل میں گذریں مادہ اور اس صورت میں ان چیزوں کی باتوں میں تناقض پایا جاتا ہے جو آج بے کتنا قرض اس صورت میں ہوتا کہ جب اس آیت میں دنیا کی نعمتیں مراد ہوتیں لیکن اس جگہ دنیا کی نعمتیں مراد نہیں ہیں جو کچھ عارف کو معرفت کے رنگ میں ملتا ہے۔ وہ حقیقت دوسرے جہان کی نعمت ہوتی ہے جس کا نور مشرق و شام کیلئے پہلے ہی دیا جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ باخدا آدمی دنیا میں نہیں ہوتا اسی لئے تو دنیا اس سے نہیں رکھی ہے بلکہ وہ آسمان سے ہوتا ہے۔ اس لئے آسمانی نعمت اس کو ملتی ہے دنیا کا آدمی دنیا کی نعمتیں پاتا ہے اور آسمان کا آسمانی نعمتیں حاصل کرتا ہے سو یہ بالکل سچ ہے کہ نعمتیں دنیا کے کانوں اور دنیا کے دلوں اور دنیا کی آنکھوں سے چھپائی گئیں لیکن جس کی دنیوی زندگی پر موت آجائے اور وہ پیالہ روحانی طور پر اس کو پلایا جائے جو آگے جسمانی طور پر پیایا جائے گا اس کو یہ دنیا اس وقت یاد آجائے گا جبکہ وہی پیالہ جسمانی طور پر اس کو دیا جائے گا۔

لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ وہ اس نعمت سے جو دنیا کی آنکھ اور کان وغیرہ کو بے خبر سمجھے گا چونکہ وہ دنیا میں تھا اگرچہ دنیا میں سے نہیں تھا اس لئے وہ بھی گواہی دیکھا کہ دنیا کی نعمتوں سے وہ نعمت نہیں نہ دنیا میں اسکی آنکھ نے ایسی نعمت دیکھی نہ کان نے سنی اور نہ دل میں گزری لیکن دوسری زندگی میں اس کے سمجھنے دیکھے جو دنیا میں سے نہیں تھے۔ بلکہ وہ آئیو لے جہان کی ایک خبر تھی اور اسی سے اس کا رشتہ اور تعلق تھا۔ دنیا سے کچھ تعلق نہیں تھا اب قاعدہ کلی کے طور پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ موت کے بعد جو حالت پیش آتی ہے قرآن شریف نے ان تین قسم پر مقسم کیا ہے۔ اور عالم معاد کے تعلق یہ تین قرآنی معارف ہیں جن کو ہم بعد ازاں جگہ ذکر کرتے ہیں:-

پہلا دقیقہ معرفت ارا، اول یہ دقیقہ معرفت ہے کہ قرآن شریف باریا ہی فرماتا ہے کہ عالم آخرت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا تمام نظارے

اسی نبوی زندگی کے اظہار آثار ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے وکل انسان الزمانا طائر کفی عصفہ و مخرج لہ یوم القیمة کتابا یلقاہ مَنشُوداً یعنی ہم نے اسی دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اس کی گردن سے باندھ رکھا ہے اور انہیں پوشیدہ اثروں کو ہم قیامت کے دن ظاہر کریں گے اور ایک کھلے کھلے اعمال نامہ کی شکل پر دکھادیں گے۔ اس آیت میں جو طائر کا لفظ ہے سو واضح ہو کہ طائر اصل میں پرندہ کو کہتے ہیں پھر استعارہ کے طور پر اس سے مراد عمل بھی لیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل نیک ہو یا بد ہو وقوع کے بعد پرندہ کی طرح پرواز کر جاتا ہے اور مشقت یا لذت اس کی کا عدم ہو جاتی ہے اور دل پر اس کی کثافت یا لطافت باقی رہ جاتی ہے۔ یہ قرآنی اصول ہے کہ ہر ایک عمل پوشیدہ طور پر اپنے نقوش جاتا رہتا ہے جس طرح انسان کا فعل ہوتا ہے اس کے مناسبتاً جلال ایک خدا تعالیٰ کا فعل صادر ہوتا ہے۔

اور وہ فعل اس گنہ کو یا اس کی نیکی کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ اس کے نقوش دل پر منہ پر آنکھوں پر کانوں پر ہاتھوں پر پیروں پر لکھے جاتے ہیں۔ اور یہی پوشیدہ طور پر ایک اعمال نامہ ہے۔ جو دوسری زندگی میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائیگا اور پھر ایک دوسری جگہ ہشتیوں کے بارہ میں فرماتا ہے یوم ترمو المنین والمومنات یسعی لہم دھم بین ایدینہم دیا ما نھم یعنی اس دن بھی ایمانی نور جو پوشیدہ طور پر مومنوں کو حاصل ہے کھلے کھلے طور پر ان کے آگے اور ان کے پیٹے ہاتھ پر دوڑتا نظر آئے گا پھر ایک جگہ بدکاروں کو ظاہر کر کے فرماتا ہے۔ اھکم التکاثر حتی ذنہم المقابرة کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا و تعلمون علمد

الیقین لترون الحجیمہ لترونھا عین الیقین ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم یعنی دنیا کی کثرت حرص و ہوائے تہس آخرت کی تلاش سے روک رکھا ہوا تک کہ تم قبروں میں جاؤ گے اور دنیا سے دل مت لگاؤ۔ تم غریب جان لو گے کہ اس سے دل لگانا اچھا نہیں پھر میں کہتا ہوں کہ تم غریب جان لو گے کہ دنیا سے دل لگانا اچھا نہیں۔ اگر تم کو یقینی علم حاصل ہو تو تم دوزخ کو اسی دنیا میں دیکھ لو گے پھر برزخ کے عالم میں یقین کی آنکھوں کیساتھ دیکھو گے۔ پھر عالم منہر جہاد میں پورے موافذہ میں آ جاؤ گے۔ اور وہ عذاب تم پر کامل طور پر وارد ہو جائے گا۔ اور صرف قال سے نہیں بلکہ حال سے نہیں دوزخ کا علم حاصل ہو جائیگا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا کہ اسی جہان میں بدکاروں کیلئے جہنمی زندگی پوشیدہ طور پر ہوتی ہے۔ اور اگر غور کریں تو پتہ دوزخ کو اسی دنیا میں دیکھ لیں گے اور اس جگہ اللہ تعالیٰ نے علم کو تین درجوں پر مقسم کیا ہے۔ پتہ علم الیقین عین الیقین حق الیقین اور عام کے سمجھنے کے لئے ان تینوں علموں کی یہ مثالیں ہیں کہ اگر مثلاً ایک شخص دوزخ سے کسی جگہ بہت سادہ سادہ ہوں دیکھے۔ اور پھر دھوئیں سے ذہن

متقل ہوگا۔ اگر کسی کی طرف چلا جائے اور آگ کے وجود کا یقین کرے اس خیال سے کہ وہ جس اور آگ میں ایک تعلق لائیفک اور ملازمت نامہ ہوگا جہاں وہاں ہوگا ضرور ہے کہ آگ بھی ہو۔ پس اس علم کا نام علم الیقین اور پھر جب آگ کے شعلے دیکھے تو اس علم کا نام علم الیقین ہے۔ اور جب اس آگ میں آپ ہی داخل ہو جائے تو اس علم کا نام علم الیقین ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وجود کا علم الیقین تو اسی دنیا میں ہو سکتا ہے تو پھر عالم برزخ میں عین الیقین حاصل ہوگا اور عالم حشر حسابا میں علم الیقین کے کامل مرتبہ تک پہنچے گا۔

اس جگہ واضح رہے کہ قرآنی تعلیم کے روسے تین عالم ثابت ہوتے ہیں۔ اول دنیا جس کا نام عالم کسب اور نشا راوی ہے اسی دنیا میں انسان کتاب نیکی کا پادھی کا کرتا ہے اور اگر عالم بوٹ میں نیکیوں کی واسطے ترقیات ہیں تو وہ محض خدا کے فضل سے ہیں انسان کے کسب کو ان میں داخل نہیں۔

۲) اور دوسرے عالم کا نام برزخ ہے۔ اصل میں لفظ برزخ لغت عرب میں اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو۔ سو چونکہ یہ زمانہ عالم بوٹ اور عالم نشا راوی میں واقع ہے۔ اس لئے اس کا نام برزخ ہے۔ لیکن یہ لفظ قدیم سے اور جب کہ دنیا کی بناٹری عالم درمیانی پر بولا گیا ہے۔ اس لئے اس لفظ میں عالم درمیانی کے وجود پر ایک عالم شہادت مخفی ہے ہم منحن الرحمن میں ثابت کرتے ہیں کہ عربی کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو خدا کے منہ سے نکلے ہیں اور

دنیا میں فقط ہی ایک زبان ہے جو خدا کے قدوس کی زبان اور قدیم اور تمام علوم کا سرخشاہ اور تمام زبانوں کی ماں اور خدا کی وحی کا پہلا اور آخری شکار گاہ ہے۔ اس لئے کہ تمام عربی خدا کا کلام تھا جو قدیم سے خدا کے ساتھ تھا۔ پھر وہی کلام دنیا میں اترا اور دنیا نے اس سے اپنی بولیاں بنائیں اور آخری شکار گاہ خدا کا اس لئے لغت عربی پھیری کہ آخر کتاب خدا تعالیٰ کی جو قرآن شریف ہے

عربی میں نازل ہوئی۔ سو برزخ عربی لفظ ہے جو مرکب ہے سنخ اوبہ سے جس کے معنی یہ ہیں کہ طریق کسب اعمال ختم ہو گیا۔ اور ایک مخفی حالت میں پڑ گیا۔ برزخ کی حالت وہ حالت ہے کہ جب دنیا پائیدار نہ کیے انسانانی تفریق پذیر ہو جاتی ہے اور روح الگ اور جسم الگ ہو جاتا ہے اور روح بھی ایک قسم کے گڑھے میں پڑ جاتی ہے جس پر لفظ برزخ کا دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ افعال کسب خیر یا شیر پر قائم نہیں ہوتی کہ جو جسم کے تعلقات سے اس سے جدا ہو سکتے تھے یہ تظاہر ہے کہ ہماری روح کی عہد صحت جسم پر موقوف ہے۔ و ماغ کے ایک خاص جسم پر جو کلمے سے حافظہ جاتا رہتا ہے۔ اور دوسرے حصہ پر اذیت پہنچنے سے قوت متفکرہ رخصت ہوتی ہے اور تمام

موش و حواس رخصت ہو جاتے ہیں اور ماغ میں جب کسی قسم کا شیخ ہو جائے یا درم پیدا ہو یا خون یا کوئی اور مادہ ٹھہر جائے اور کسی سدا تمام یا غیر تمام کو پیدا کرے تو غشی یا مہرگی یا سکتہ معالاجت حال ہو جاتا ہے۔ پس ہمارا قدیم کا تجربہ ہمیں یقینی طور پر سکھاتا ہے کہ ہماری روح بغیر تعلق جسم کے بالکل کبھی اور سویریات بالکل باطل ہے۔ کہ ہم ایسا خیال کریں کہ کسی وقت میں ہماری وجود جس کے ساتھ جسم نہیں ہے کسی خوشحالی کو پا سکتی ہے اگر ہم قصد کے طور پر اس کو قبول کریں تو کس لیکن معقولی طور پر اس کے ساتھ کوئی دلیل نہیں ہم بالکل سمجھ نہیں سکتے کہ وہ ہماری روح جو جسم کے لئے اپنے عمل کے وقت بیکار ہو کر بیٹھ جاتی ہے وہ اس روز کوئی

عالم غیبی ہے جس میں تمام عالمات ہیں۔

کامل حالت پر رہے گی جبکہ بالکل جسم کے تعلقات ہو مجرور کی جائیگی کیسا ہر روز ہیں تجزیہ میں سمجھنا کہ روح کی صحت کیلئے جسم کی صحت ضروری ہے جب ایک شخص ہمیں پس پڑتو ہوتا ہے۔ تو ساتھ ہی اس کی روح بھی بدھی ہو جاتی ہے اس کا نام علمی ہمراہی بڑھاپے کا چور چر کر لے جاتا ہے جیسا کہ ائمہ علیہ السلام فرماتا ہے کیلکہ لا یعلو بعد علمہ شیئاً یعنی انسان بدصاحب کو ایسی حالت تک پہنچ جاتا ہے کہ پڑھ پڑھا کر پھر جاہل بن جاتا ہے پس ہمارا یہ نام مشاہدہ اس بات پر کافی دلیل ہے کہ روح بغیر جسم کے کچھ چیز نہیں رہ سکتی خیا انسان کو حقیقی سچائی کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر روح بغیر جسم کے کچھ چیز ہوتی تو خدا تعالیٰ کا یہ کام لٹوٹھرتا کہ اس کو خواہ جسم فانی سے پیند وید بینا اور پھر بھی سچے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو غیر متناہی ترقیات کیلئے پیدا کیا ہے پس جس حالت میں انسان اس مختصر زندگی کی ترقیات کو بغیر فاقت جسم کے حاصل نہیں کر سکا۔ تو کیونکہ امید رکھیں کہ ان لائق ہی ترقیات کو جو ناپیدا کنار ہیں بغیر فاقت جسم کو خود بخود حاصل کر لیں گے سو ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح کے افعال کا ماحول ہونے کے لئے اسلامی اصول کے روح جسم کی رفاقت کیسے تھوڑی ہے کہ موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے۔ مگر عالم برزخ میں مستقلاً طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کیلئے جسم ملتا ہے۔ وہ جسم اس جسم کی قسم میں سے نہیں ہوتا بلکہ ایک نور سو یا ایک تاریخی سے جیسا کہ اعمال کی صورت جسم تیار ہوتا ہے کہ اس علم میں انسان کی عملی حالتیں جسم کا کام دیتی ہیں۔ ایسا ہی خدا کے کلام میں باہار ذکر آیا ہے اور بعض جسم نورانی اور بعض جسم ظلمانی قرار دئے ہیں۔ جو اعمال کی روشنی یا اعمال کی ظلمت سے طیار ہوتے ہیں۔ اگرچہ راز ایک نہایت حسین راز ہے مگر غیر معمول نہیں انسان کا اس زندگی میں ایک نورانی وجود اس کیفیت جسم کے علاوہ پاسکتا ہے اور عالم مکاشفات میں اس کی بہت مثالیں ہیں اگرچہ ایسے شخص کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے جو صرف ایک موعنی عقل کی حد تک ٹھہرا ہوا ہے لیکن جن کو عالم مکاشفات میں سے کچھ جسم ہوا وہ اس قسم کے جسم کو جو اعمال سے تیار ہوتا ہے تعجب اور استبعاد کی نگہ سے نہیں دیکھیں گے بلکہ اس مضمون کے لذت اٹھائیں گے غرض جسم جو اعمال کی کیفیت سے دنیا ہی عالم برزخ میں نیک بد کی جزا کا موجب ہو جاتا ہے اس میں صاحب تجربہ ہوں مجھے کتنی طوری پر عین بیداری میں بارہا بعض مردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے بعض فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا کہ گویا وہ دھوس سے بنایا گیا ہے غرض میں اس کو چہ سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں اور میں زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ایسا ہی ضرور مرنیکے بعد ہر ایک کو ایک جسم ملتا ہے خواہ نورانی خواہ ظلمانی انسان کی یہ غلطی ہوگی۔ اگر وہ ان نہایت باریک معارف کو صرف عقل کے ذریعے ثابت کرنا چاہے بلکہ جانتا چاہے جیسا کہ آنکھ نشیر میں چیز کا مزہ نہیں بتلا سکتی اور زبان کسی چیز کو دیکھ سکتی ہے ایسا ہی وہ علوم معاد جو پاک مکاشفات سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ صرف عقل کے ذریعہ سو ان کا عقوہ مل نہیں ہو سکتا۔ خدا نے اس دنیا میں مجہولات کے جاننے کے لئے علیحدہ علیحدہ وسائل رکھے ہیں۔ پس ہر ایک چیز کو اس کے وسیلہ کی ذریعہ سے دیکھ سکتے ہیں۔ پالو کے ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا نے ان لوگوں کو جو بدکاری اور گمراہی میں پڑ گئے اپنے کلام میں مردہ کے نام سے موسوم کیا ہے اور انکو کاروں کو زندہ قرار دیا ہے اس میں بھید یہ ہے کہ جو لوگ خدا سے قافل ہوں ان کی زندگی کے اسباب جو دکھنا پینا اور شہوتوں کی پیروی تھی منقطع ہو گئے اور روحانی غذا میں

انکو کچھ حصہ تھا پر وہ حقیقت کے اور وہ صراطِ مستقیم کی طرف اشارہ فرمایا جو جیسا کہ کتاب سے من
 بات رہے عجب ما فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا ینحی یعنی جو شخص مجرم بن کر خدا کے پاس آئے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے وہ اس میں
 نہ مرے گا اور زندہ رہے گا مگر جو لوگ خدا کے عجب ہیں وہ موت نہیں مٹے کیونکہ ان کا پانی اور ان کی رومی ان کیساتھ ہوتی ہے پھر برزخ کے بعد وہ نہ
 مٹے گا تا عالم بعثت ہو اس زمانہ میں ہر ایک روح نیک ہو یا بد صحیح ہو یا فاسق ایک کھلا کھلا جسم حاصل کرے گی اور زمین خدا کی ان پوری رعیت
 معرکہ کیا ہے جس میں ہر ایک انسان اپنے رب کی ہستی کے طور پر واقف ہو جائے گا اور ہر ایک شخص اپنے رب کی انتہائی لفظ تک پہنچے گا تو جیسا
 رہا ہے کہ خدا سے یہ کیونکر ہو سکیگا کیونکہ وہ ہر ایک قدرتنا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اور اولم یولنا انسان انا خلقناہ
 من نطفة فماذا ہر خصیمہ میں ہر ضرب لنا مثلہ ونسی خلقہ قال من نعیمی العظام وھی رصیرہ قل یحییہا اللہ فی انشاہا اول
 صریحاً وہو بکل خلق علیہ اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علی ان یخلق مثلہم بطی وہو الخلاق العلیہ انما
 اصیخ اذا انا دشیئنا ان یقول لہ کن فیکون فبسیح الذی بید الامکوت کل شئی والیہ ترجعون یعنی کیا انسان نے نہیں دیکھا
 کہ ہم نے اس کو ایک قطرہ پانی پیدا کیا جو رحم میں ڈالا گیا تھا پھر وہ ایک جھگڑنے والا آدمی بن گیا ہمارے ہاتھ میں نیانے لگا اور اپنی پیدائش بھول
 گیا اور کہنے لگا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ جیکہ بڑیاں بھی سلامت نہیں ہیں گی تو پھر انسان جو سرسے زندہ ہوگا ایسی قدرت لاکون جو اس کو
 زندہ کرے گا انکو کہ وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے اس کو پیدا کیا تھا اور وہ ہر ایک قسم سے اور ہر ایک اہم و زندہ کرنا جانتا ہے اس حکم کی یہ شان ہے
 کہ جب کسی چیز کو زندہ کرنا اور وہ کتاب سے تو صرف یہی کتاب ہے کہ وہیں وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے پس یہ ذات پاک جو جسکی ہر ایک چیز پر بادشاہی ہے اور تم
 سب اس کی طرف رجوع کرو گے سوان آیات میں اللہ جل شانہ فرمادیا ہے کہ خدا کے کوئی چیز ان ہونی نہیں جس نے ایک قطرہ حقیر سوان ان
 کو پیدا کیا کیا وہ دوسری مرتبہ پیدا کرے ہے عاجز ہے

اس جگہ ایک اور سوال ناواقفوں کی طرف سے ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس حالت میں ہمیں عالم جو عالم بعثت ہر مدت دراز کے
 بعد آئے گا تو اس صورت میں ہر ایک نیک بد کیلئے عالم برزخ صرف بطور حالات کو ہوا جو ایک بعثت معلوم ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ایسا
 سمجھنا نہ سہل ہے جو محض ناواقفی سے پیدا ہوتی ہے بلکہ خدا کی کتاب میں نیک بد کی جزا کے لئے دو مقام پائے جاتے ہیں ایک عالم برزخ جس میں
 معنی طور پر ایک شخص اپنی جزا پر لگایا ہے لوگ نیکے بعد ہی جہنم میں داخل ہو گئے لوگ نیکے بعد ہی جنت میں آرام پائیں گے چنانچہ اس قسم کی آیتیں
 قرآن شریف میں بکثرت موجود ہیں کہ بجز موت کے ہر ایک انسان اپنے اعمال کی جزا دیکھ لیتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ ایک ہستی کو بارہ میں خبر دیتا ہے
 اور فرماتا ہے قیل ادخل الجنة یعنی اس کو کہا گیا تو بہشت میں داخل ہو اور ایسا ہی اپنے دوزخ کی خبر دیکر فرماتا ہے فوالہ فی سواہ الحییر
 یعنی ایک ہستی کا دوزخ میں داخل نہ ہو گیا وہ دوزخ میں گئے تو ہستی حیران تھا کہ یہ دوزخ کس لئے کہاں ہے پس اس کو دکھلایا گیا کہ وہ جہنم کے درمیان ہے
 سو جزا سزا کی کارروائی تو بلا توقف شروع ہو جاتی ہے اور دوزخ میں اپنے دوزخ میں اپنے ہستی بہشت میں جاتے ہیں گلاس کے بعد ایک درختی اعلیٰ کا دن
 ہے جو خدائی ایک بڑی حکمت نے اسد کے ظاہر کیا تھا خدا کیا ہے کیونکہ اس نے انسان کو پیدا کیا تاکہ وہ اپنی خالقیت کی قیاساً شناخت کیا
 جاوے پھر وہ سب کو ملا کر لگا ہوا اپنی تمہارت کیساتھ شناخت کیا جائے اور پھر ایک دن سب کو کمال زندگی بخش کر ایک میدان میں جمع کرے گا

تا کہ وہ اپنی قیادیت کیسا تجھ پہچانے اب جانتا چاکر کہ وقایق مذکورہ میں یہ پہلا دقیقہ معرفت تھا جس کا بیان ہوا اور

دوسرا دقیقہ معرفت اور واقعہ معرفت جس کو عالم معاشقہ کے متعلق قرآن شریف نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عالم معاد میں وہ تمام امور جو دنیا کے مطیع

تھے جسمانی طور پر منتقل ہو گئے خواہ عالم معاد میں برزخ کا درجہ ہو یا عالم بعثت کا درجہ میں رہیں جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اس سے ایک کیت ہی من کا
 ہذا لا اعمی فہو فی الاخرۃ اعمی واصل ہسبیلہ یعنی جو شخص اس جان میں لڑھا ہوگا وہ دوسرے جہان میں بھی لڑھا ہوگا اس آیت کا
 سے کہ اس جہان کی روحانی نامیاتی امتحان میں جسمانی طور پر مشہور اور محسوس ہوگی ایسا ہی دوسری آیت میں فرماتا ہے وخذ ذکاء فخلوا سہ

ابھی صلحہ صلیحہ ثمر فی سلسلۃ ذرعیہ سبعون ذراعا فاسلکوا سبیلہ یعنی اس سببی کو پکڑو اس کی گون میں قی و الدھر پھر وزن میں اس کے جلاؤ پھر اسے پختہ
 میں جو پیمائش میں ستر گز ہوا اس کو خصال کرو جو جانتا چاکر کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا ہے کہ دنیا کا روحانی مذاہم عالم معاد میں جسمانی طور پر نمودار ہوگا چنانچہ
 طوق گردن دنیا کی خواہشوں کا جس طرح انسان کے سر کو زیریں کی طرف جھکا رکھا تھا وہ عالم تانی میں ظاہری صورت پر نظر آجائیگا اور ایسا ہی دنیا کی گرفتاریوں

کی زنجیر پھروں میں پڑی ہوئی دکھائی دے گی اور دنیا کی خواہشوں کی سوزشوں کی آگ ظاہر ظاہر پھری ہوئی نظر آئے گی۔ فاسق انسان دنیا کی زندگی میں ہوا
 ہو اس کا ایک جسم اپنے اندر رکھتا ہے اور ناکامیوں میں اس جسم کی سوزشوں کا احساس کرتا ہے پس حکیم اپنی فانی شہادت سے دور ڈالا جائیگا اور ہمیشہ
 کی ناامیدی طاری ہوگی تو خدا تعالیٰ ان جھڑتوں کو جسمانی آگ کو طور پر اس پر ظاہر کر لیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے وینزل منہ من السماء ماء فیشربون

یعنی ان میں اور ان کی خواہشوں کی چیزوں میں جدائی ڈالی جائیگی اور یہی عذاب کی جز ہوگی اور پھر یہ جو فرمایا کہ ستر گز کی زنجیر میں اس کو داخل کرو
 یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک فاسق بسا اوقات ستر برس کی عمر لیتا ہے مگر اس کو ایسے ستر برس بھی ہوتے ہیں کہ خوردگی کی عمر اور پھر قوت ہو سکی
 عمر الگ لگے پھر بقدر حسانت اور خاص حصہ عمر کا اس کو ملتا ہے جو عقلمندی اور محنت اور کام کے لائق ہوتا ہے لیکن وہ بد بخت اپنی عمدہ زندگی کے ستر گز

دنیا کی گرفتاریوں میں گذارتا، اور اس زنجیر سے آزاد ہونا نہیں چاہتا سو خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ وہی ستر برس جو اس نے کو فتادی دنیا میں گئے تھے
 عالمہ معاد میں ایک بخیر کی طرح منتقل ہو جائیں گے جو ستر گز کی ہوگی ہر ایک گز بجائے ایک سال کے ہے اس جگہ یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ اپنی

طرف سے بندہ پر کوئی نصیب نہیں لیتا بلکہ انسان کے اپنے ہی بے کامی کے رکھ دیتا ہے پھر اس ہی سنت کے انہار میں خدا تعالیٰ ایک اور
 جگہ فرماتا ہے انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب لا ظلیل ولا یعنی من اللہ یعنی ایسے جگہ کو کہ ہوسے گوشہ سبب یہ کی طرف چلو جس کی سایہ
 میں چوہا کا کام نہیں دیکھتیں اور نہ گرمی ہو سکتی ہے اس آیت میں تین شاخوں سے مراد قوت سببی اور سببی اور وہی جو جوان تہوں قوتوں کو خدا تعالیٰ

رنگ میں نہیں لٹاتے اور ان کی تعدیل نہیں کرتے ان کی یہ قوتیں قیامت میں سطح پر نمودار کی جائیگی کہ گویا تین شاخیں تہوں کو کھڑی ہیں اور گرمی ہو چکا
 نہیں سکتیں اور وہ گرمی چھلکنے پھر ایسا ہی خدا تعالیٰ اپنی اس سنت کو اظہار کیلئے بہشتیوں کو حق میں فرماتا ہے ویم توی اللہ منین المہنات یسعی فہم
 بین اید ینہم وہا ما ینہم یعنی اس کو تر تو دیکھو گے کہ نمونوں کی نوز جو دنیا میں پوشیدہ طور پر ہے ظاہر ظاہر ان کے اور ان کو وہ خوف ڈرتا ہوگا اور پھر
 ایک اور آیت میں فرماتا ہے یوم تبیین وجوہ و تسود وجوہ یعنی اس میں منہ میرے ہو جائیگا اور بعض سفید اور نورانی ہو جائیگا اور پھر ایک اور آیت میں فرماتا

ہے مثل الجنة التي وعد المتقون فیہا انہاد من ماء غیر اس وانہاد من لبن لہم یتغیر طعمہ وانہاد من خمر لہم لا تشابون وانہاد من
 من عسل مصغہ یعنی وہ بہشت جو پرہیزگاروں کو دیا جائیگا اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک باغ اس میں ساقی کی نہریں ہیں جو کبھی متغیر نہیں ہوتی اور نیز
 اس میں اس دودھ کی نہریں ہیں جس کا کبھی مزہ نہیں بدلتا اور نیز اس میں اس شراب کی نہریں ہیں اور نیز اس میں اس شہد کی نہریں ہیں جو نہایت شفا

ہر جسکے ساتھ کوئی کثافت نہیں ہے جگہ نما طور پر فریاد کیا کہ اس بہشت کو شمالی طور پر یوں سمجھ لو کہ ان تمام چیزوں کی سہیں ناپید کیا نہ ہر میں روہ زندگی کا جو عرفان بنیاس میں حافی طور پر پتیا ہے اس میں ظاہری طور پر جو ہے اور وہ روحانی دورہ جس سے وہ شہ خواہ کچھ کی طرح روحانی طور پر دنیا میں پرورش پاتا بہشت میں نظر دکھائی دیکھا اور وہ خدائی محبت کی شلرب جس سے وہ دنیا میں روحانی طور پر ہمیشہ مست رہتا تھا اور بہشت میں نظر ظاہر اس کی نہر تشریح کی اور وہ ملاوٹا بانی کا شہد جو دنیا میں حافی طور پر حراف کے منہ میں جاتا تھا وہ بہشت میں محسوس اور نمایاں نہر کی طرح دکھائی دیکھا اور ہر ایک بہشتی اپنی نہروں اور اپنی باخوں کی کھٹیا اپنی روحانی حالت کا اندازہ بہتہ کہنے کھلائے گا اور خدا بھی اس میں بہشتیوں کیلئے حجابوں سے باہر آجایا گا اور ہر روحانی حالتیں صحنی نہیں رہیں گی بلکہ جسمانی طور پر نظر آئیں گی۔

تیسرے واقعہ معرفت کا یہ ہر کمال مساویں ترقیات غیر تنہا ہی ہونگی اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والدین امنعوا لہم لندھہم لیسعی بین ایدہم و یا بائناہم بقولہن دبا التمدد لنا و لنا و اعف لنا انک علی کل شیء قدیر یعنی جو لوگ دنیا میں ایمان کا نور رکھتے ہیں ان کا نور دنیا کو ان کے اور ان کی دینی طرف دوڑتا ہوگا وہ ہمیشہ ہی کہتے رہیں گے کہ اے خدا ہمارے نور کو کمان تک پہنچا اور اپنی معرفت کا اندر سے لے تو ہر چیز پر قادر ہے اس آیت میں جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ ہی کہتے رہیں گے کہ ہمارے نور کو کمان تک پہنچا یہ ترقیات غیر تنہا ہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا پھر وہ کمال نظر آئے گا اس کو دیکھ کر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے پس کمال ثانی کے حصول کیلئے التجا کریں گے اور جب وہ حاصل ہوگا تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا اپنا ظاہر ہوگا پھر اس کو دیکھ کر پہلے کمال کو پہنچ چھوٹیں گے اور اس کی خواہش کریں یہی ترقیات کی خواہش ہے جو اتہم کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے۔

عرض اسی طرح غیر تنہا ہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائے گا ترقی کی پہلی نہیں ہوگا۔ اور نہ کبھی بہشت تک پہنچے گا جس کے بلکہ ہر دور کے برہمن کے نہ پہنچے گا اور یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ اپنی معرفت جاہیں گے اس جگہ رسول یہ ہے کہ جب بہشت میں داخل ہوئے تو پھر معرفت میں کیا کسے لگی اور جگہ گناہ بخشے گئے تو پھر استغفار کی طرف کوئی حاجت ہی اس کا جواب ہے کہ معرفت کے اصل معنی یہ ہیں ناملائم اور ناقص حالات کو نیچے دبانے اور دھانکنا جو بہشتی اسباب کی خواہش کریں گے کہ کمال نام حاصل کریں اور سرسرفور میں غرق ہو جائیں وہ دوسری حالت کو دیکھ کر پہلی حالت کو ناقص پائیں گے کہ پہلی حالت نیچے دبانے جگہ پھر میرے کمال کو دیکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ میرے کمال کی نسبت معترف ہو یعنی وہ انہیں قصہ نیچے دبانے اور تھی کیا ہو ہی طرح غیر تنہا ہی معرفت کو خواہشمند رہیں یہ وہی لفظ استغفار اور استغفار کے بعض ناوان ہیں۔ اعراض سے یہی نصیحت ہے کہ ہم کی نسبت نہیں کیا کہ تم میں سے ناظرین اس جگہ سے سمجھ لیا ہوگا۔ کہ یہی خواہش استغفار ہے انسان جو شخص کسی عورت کے پیسے پہنچا اور پھر ہینکے لیے استغفار کیا تو نہ نہیں تاکہ کیرا ہونہ انسان اور نہ بھانہ جو سماج کا اور ناپاک ہونہ طیب۔ اب صلا کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کی روح و معنی اور بہشت کی حالتوں میں انسان کو زندگی کا اظلال اور آثار میں کوئی ایسی نئی حیاتی چیز نہیں ہے ہے کہ جو دوسری جگہ نہ ہوئے یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جہانی طور پر مشتمل ہوں گے اور وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہوں گے جو لوگ بہشت کے قابل نہیں ہیں کہ صرف جہانی طور پر ایک میں بہشت دکھائے ہوں اور نہ ایسے دفع کے ہم قابل ہیں جس میں حقیقت گندھکے پتھر میں بلکہ اسلامی عقیدہ کے مولف بہشت و نزع نہیں ہمال کے انوکھاسات میں جو دنیا میں انسان کو رہتا ہے۔

(اسلامی اصول کی تلاوت)